

ہری سنگھ نلوہ

ہری سنگھ نلوہ

پریم چند (مرحوم)

آزاد بک ڈپو امرتسر

پنجاب نیشنل پریس چاوڑی بازار دہلی میں باہتمام رام دتہ مل پرنٹر پبلشر چھپی۔

بار اول ۱۹۴۹ء قیمت عہ

نذرانہ

دل اچھلتا ہے جب نلوہ کا نام لیتا ہوں۔ منجمد خون میں بھی ابال آجاتا ہے۔ بے حس و حرکت جسم اچھلنے لگتا ہے۔ مرجھائے چہرے گلزار بن جاتے ہیں۔ بھارت کے سپوتو! اسی لئے سردار ہری سنگھ نلوہ کا جیون چرتر آپ کی نذر کرتا ہوں۔

ناشر

پنجاب کی جدوجہد

زمانہ قدیم سے پنجاب بہادروں اور دلاوروں کی سرزمین رہی ہے۔ اس سرزمین نے غیرملکی اقتدار کے ساتھ لوہا لینے کے لئے کئی بار میدان کارزار کو گرم کیا۔ اور اپنی پوتر دھرتی کو خون سے سیراب کر کے ایسی جدوجہد کی بنا ڈالی کہ یہاں کے بہادروں کی روح میں جنگجوئی اور نبرد آزمائی کی سپرٹ سرایت کر گئی۔ ہزارہا سال تک جدوجہد جاری رہی جس کے نتیجے کے طور پر کوئی حملہ آور خواہ وہ شک ہو یا ستھین۔ ہن ہو یا ایرانی، یونانی ہو یا پٹھان سب کے سب اس وقت تک آرام کا سانس نہ لے سکے جب تک انہوں نے ہندوستان کی سرزمین سے وفاداری اور مادر ہند سے محبت کا ثبوت پیش نہ کیا۔

یہ پنجاب کے ہی سورماؤں کی بہادری کا نتیجہ تھا کہ سکندر جیسا فاتح طوفانی ستون کو لے کر پنجاب کی سرزمین کے قریب پہنچا تو پہلے پہل راجہ پورس سے اسے دو دو ہاتھ کرنے پڑے۔ یہ دیکھ کر فاتح اور کامیابی کے نشہ میں سرشار فوج کا نشہ ہرن ہو گیا۔ جس فوج نے ایران، توران، عراق، افغانستان، ترکی، اور آرمینیا کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے میں ذرا بھی بے دلی اور کمزوری کا ثبوت نہیں دکھایا تھا۔ اس کا دل ٹوٹ گیا۔ یہی نہیں سکندر کے بعد جب اسی یونانی فاتح کے بہترین جرنیل سلوکس کے زعم باطل میں سندھ کو عبور کر کے سلطنت کو وسعت دینے کی دھن سمائی تو چندر گپت نے پنجاب کے بہادروں کو لے کر ایسے ناکوں چنے چبوائے کہ سلوکس نے مجبور ہو کر صلح کے لئے آمادگی کا اظہار کیا۔ اور اپنی لڑکی کی شادی چندر گپت سے کر دی۔ کابل، ہرات، قندھار اور

بلوچستان کے علاقے جہیز میں دے دیئے۔ اس کے بعد یونانی لوگ آہستہ آہستہ ہندوستان کے ہی ہو گئے۔ اور عرصہ تک ہندوستان کی وفاداری کا دم بھرتے رہے۔

اگرچہ تاریخ اس کے بعد کافی دیر کے لئے خمار خواب میں سرشار نظر آتی ہے۔ مگر زمانہ وسطیٰ میں جب حاکم تورال کے درباری غلام الپتگین نے مراحل ترقی طے کرتے ہوئے خراسان میں خود مختاری کا علم بلند کیا اور اس کے بعد تین ہزار چیدہ غلاموں کے ساتھ بھاگ کر کوہ سلیمان کے اس حصہ میں آپہنچا جس کو اس وقت غزنی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تو اسے وہاں قدرے آرام میسر آیا۔ افغانوں کی مخالفت ختم ہو گئی۔ سیستان بلخ اور ہراست پر یلغار بولی گئی۔ آخر کار اسی الپتگین کے بیٹے سبکتگین نے اقتصادی بدحالی سے بچنے کے لئے پنجاب کا رخ کیا۔ اسوقت پنجاب میں چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ ہر ریاست خود مختار اور آزاد تھی۔ کوئی کسی کا رفیق نہیں تھا۔ مگر راجہ جے پال جس کی اس وقت پشاور اور مغربی پنجاب پر حکومت تھی اس نے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے تعاون سے کئی کامیاب لڑائیاں لڑیں۔ چونکہ اس کے بعد ہندوستان پر بہت جلد غیر ملکی اقتدار غالب آیا اور ہندوستانی تاریخ کا مواد نذر آتش کر دیا گیا۔ اس لئے صحیح طور پر یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان لڑائیوں میں پنجاب کے سورماؤں نے کس طرح بہادری کے جوہر دکھائے۔ مگر یہ درست ہے کہ سبکتگین سے لے کر محمد غوری تک کے زمانہ میں پنجاب پر لوٹ مار کرنے والے غیر ملکی حملہ آوروں کی منظم اور غیر منظم یورشیں ہوتی رہیں۔ پنجاب کے بہادروں نے آزادی کے علم کو بلند رکھنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ چونکہ غیر ملکی حملوں کی رفتار تیز تھی اور ملک طویل جنگ کے اہل نہیں تھا۔ اس لئے مجبوراً چپ سادھنی پڑی۔

زمانہ مابعد میں خاموشی کا زبردست وقت آیا۔ اور پھر آزادی اور وطن پرستی کے جذبات خود بخود پھوٹ نکلے۔ دشمنوں کے ہاتھوں سے پامال ہونے والے پنجابیوں کا خون سرد ہو کر ابھی درجہ انجماد تک نہیں پہنچا تھا کہ دریائے غیرت میں جوش آ گیا۔

ہری بھجن میں مست اور مادو تو کے جھگڑوں سے بے نیاز رہ کر آرام کی زندگی گزارنے والے بھگتوں پر ظلم ہونے لگے۔ ان بھگتوں کے رہنما شری ہرگوبند جی نے یہ دیکھ کر سکھوں کی روح میں انقلاب کی سپرٹ پھونک دی۔ انہوں نے سکھ بھگتوں کو بتایا کہ دھرم کے لئے یدھ اور پرانوں کا بلیدان جپ تپ اور پوجا پاٹھ سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ گورو دیو نے سکھوں کے دھارمک فرقہ کو با اقتدار بنا کر سیاسی روپ میں تبدیل کر دیا۔ اور ۱۶۳۴ء میں کرتار پور کے مقام پر پہلی بار سکھوں نے مغل فوج کو شکست کا منہ دکھایا۔ کامیابی کی وجہ سے بہادروں کے حوصلے بلند و بالا ہو گئے۔

بعد کو گورو تیغ بہادر کی قربانی نے جنگی سپرٹ کو جوش زن کر دیا۔ جب باگ ڈور گورو گوبند سنگھ جی کے ہاتھوں میں آئی تو گورو دیو نے پنجاب کے ہندوؤں پہ ہونیوالے مظالم کو دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ ہندوؤں کی کمزوری کا باعث ذات پات اور تنظیم کی خامی ہے۔ ہندو عرصہ سے غلامی اور غیر ملکی حاکموں کی سیاسی چالاکیوں کا شکار بنتے آ رہے تھے۔ اگرچہ انہوں نے اپنے بچاؤ کے لئے کئی قسم کی تدبیریں اختیار کی تھیں مگر انہیں کسی تدبیر میں بھی کامیابی نظر نہیں آتی تھی۔ آخر کار خالصہ پنتھ کی بنیاد ڈالی گئی۔ سکھوں کو بہادر سنگھ یعنی شیر کا روپ دیا گیا۔ چھوٹی چھوٹی ذاتوں کے ہزاروں لوگ خالصہ پنتھ میں شامل ہو گئے۔ جن کو خالصہ فوج میں بڑی بڑی سرداریاں اور عہدے دیئے گئے۔ ذات پات کی تمیز مٹ گئی۔ خالصہ نئے ڈھنگ کے کشتری بن گئے۔ اگرچہ تاریخ میں اس سے پہلے راجپوتوں اور مرہٹوں کی پیدائش کے متعلق اسی قسم کا ذکر بیان کیا جاتا ہے۔ مگر پنجاب میں ان بہادر شیروں کی فوج نے ایسے جوہر دکھائے کہ تاریخ کے وہ باب کھوکھلے ہو گئے جن کی بنیادیں شاہان مغلیہ کی جدوجہد پہ قائم تھیں۔ اورنگ زیب نے ایک طرف جنوب میں مرہٹوں کو دبانے کی جسارت کی تو دوسری طرف پنجاب میں سکھوں نے (۱۶۹۵ء) آزادی کا علم بلند کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ سکھوں

کے آزادی کے نعرہ نے مغل سلطنت کی بنیادیں ہلا دیں۔ راجے خراج کی ادائیگی سے جواب دے بیٹھے۔ مغل فوجوں نے جبر و تشدد سے کام لینے کی ٹھانی۔ اسوقت پنجاب کے راجاؤں کو خالصہ فوج نے امداد بہم پہنچائی۔ بعد کو اورنگ زیب نے لشکر جرار بھیج کر سکھوں کے بڑھتے ہوئے عروج کو ختم کرنے کی ٹھانی۔ چمکور کی جنگ میں گورو گوبند سنگھ جی کے دو فرزند شہید ہو گئے۔ اور دو دوسرے بیٹوں کو دھوکہ سے سرہند کے صوبیدار نے گرفتار کر کے نہایت بے دردی سے زندہ دیواروں میں چنوا دیا۔ اس کے بعد بھائی منی سنگھ اور تارا سنگھ کو ہولناک ایذا دی گئی۔ جس سے پتھر دل بھی کانپ اٹھتے ہیں۔ بندہ بہادر کے جانفروشی کے کارنامے اور مغل حکومت کے لرزہ خیز انتقام کی داستانیں بڑی طویل ہیں۔ غیر ملکی حکومت تھی جس کے اکبر اور بابر جیسے پیش رووں نے رواداری اور فراخ دلی کے بل پر ہندوستانیوں کے دلوں کو جیت لیا تھا۔ وہ حکومت مذہبی تعصب کا شکار ہو گئی۔ بندہ بہادر کی شہادت کے بعد ایک ایک کر کے سکھ سرداروں کا تنزل ہوا۔ بے شمار سکھ مارے گئے۔ ذرا ذرا سی بات پر پھانسی کی سزا ملتی تھی۔ حقیقت رائے کو ۱۷۳۴ء میں کس طرح تہ تیغ کیا گیا۔ اس کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں۔ برسوں تک دیوالی کا تیوہار بھی بند رہا۔

آٹھ برس کے بعد ذرا حالت سنبھلی۔ سکھ منظم ہو کر ان لوگوں کی سرکوبی پر آمادہ ہوئے۔ جنہوں نے ان کی عورتوں اور بچوں کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے دشمنوں کو چن چن کر لوٹا اور قتل کیا۔ جہاں پہلے حفاظت خود اختیاری کے لئے جنگ ہوتی تھی۔ وہاں اب انتقام لینے کی سپرٹ کام کرنے لگی۔

پنجاب میں خوب افراتفری کا دور جاری رہا۔ اندھیر نگری چوپٹ راجہ کا ثبوت ہر جگہ نظر آتا تھا۔ ۱۷۳۸ء کے آغاز میں جب کابل سے نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا تو سکھ چونکہ پہلے ہی پنجاب میں مغلیہ طاقت سے برسرپیکار تھے اور سرکاری خزانوں کو لوٹنا

فرض خیال کرتے تھے۔ انہوں نے نادر شاہ کی فوج کے ایک حصہ پر حملہ کر دیا۔ اور رات ہی رات جو کچھ ہاتھ لگا لے کر چمپت ہو گئے۔ نادر شاہ نے جب یہ خبر سنی تو طیش میں آ کر پوچھنے لگا "یہ لمبے بالوں والے جانور آتے کہاں سے ہیں۔ انہیں اور ان کے مکانوں کو تباہ کر دو"۔ یہ سن کر کسی واقف کار نے کہا "یہ سکھ ہیں اور ان کے گھر اپنے گھوڑوں کے ساز پر ہی ہیں"۔ یہ سن کر نادر شاہ بھی سہم گیا۔

تھوڑے عرصہ بعد احمد شاہ درانی نے ہندوستان پر حملے شروع کر دیئے۔ تو پنجاب کا علاقہ دہلی سے کٹ کر کابل کے بادشاہ کے ماتحت ہو گیا۔ ان ایام میں جب کبھی پٹھان لوٹ مار کو آتے تو سکھ ان کا پیچھا کرتے۔ شبخون مارتے مارتے سکھ قدرے مالدار ہو گئے۔ جسا سنگھ کلال سکھوں کا زبردست لیڈر بن گیا۔ جس نے موقعہ کو مناسب دیکھ کر آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس کی طاقت (سنہ ۱۷۵۸ء) یہاں تک بڑھ گئی کہ احمد شاہ درانی کا بیٹا تیمور بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔ زبردست فتح ہوئی۔ جسا سنگھ کلال لاہور پر قابض ہو گیا۔ مگر ایک سال بعد جب مرہٹے بڑھتے بڑھتے لاہور سے اٹک تک آ پہنچے۔ تو احمد شاہ ابدالی کو پھر پنجاب کا رخ کرنا پڑا۔ سنہ ۱۷۶۱ء کی پانی پت کی لڑائی میں مرہٹوں کو سخت ذلت پہنچی۔ مگر دوسری طرف پنجاب میں سکھوں نے احمد شاہ کے کابل پہنچتے ہی دوبارہ قبضہ کر لیا۔ لاہور کے سرکاری نمائندے تیس ہزار کی نذر لے کر سکھوں کے پاس پہنچے۔ لاہور حوالے ہو گیا۔ پنجاب میں سکھوں سے لوہا لینے والی کوئی طاقت باقی نہ رہی۔ مگر احمد شاہ ابدالی نے جب یہ خبر سنی تو سنہ ۱۷۶۲ء میں وہ پھر پنجاب پر حملہ آور ہوا۔ سرہند کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا۔ سکھوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مگر اس کے باوجود پنجاب میں سکھوں کی طاقت دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی گئی۔ دونوں کا دعوے تھا کہ پنجاب میں حکومت کرنے کا ہمارا اسی طرح کا دعوے ہے۔ جیسا کسی غیر ملکی طاقت کا ہو سکتا ہے احمد شاہ کے واپس جاتے ہی پنجاب کے علاوہ جمنا تک سکھ چھا گئے۔ اور شاہ دہلی

کے وزیر نجیب الدولہ کو ستانا شروع کر دیا۔

۱۷۶۴ء میں جب پھر احمد شاہ درانی نے اسطرف رخ کیا تو راستہ میں افغانستان کی بدنظمی کی خبر ملی۔ وہ فی الفور واپس ہو گیا۔ سکھوں کو بڑا سنہری موقع ہاتھ آیا۔ لہنا سنگھ بھنگی اور گوجر سنگھ نے مل کر لاہور پر قبضہ کر لیا۔ باقی سکھ سردار دریائے جہلم تک قابض ہو گئے۔ پھر بعد کو ۱۷۶۵ء میں سکھ سرداروں نے مل کر پنجاب میں اپنا سکہ بھی جاری کیا۔ اور امرتسر میں ایک زبردست اجلاس بلایا۔

۱۷۶۷ء میں ایک بار پھر احمد شاہ درانی کے جی میں پنجاب پر اقتدار جمانے کا خیال آیا۔ اس بار اس نے جبر کی بجائے حکمت عملی سے کام نکالنے کی کوشش کی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی لاہور کے سردار لہنا سنگھ نے جب احمد شاہ کو واپس کابل کا رخ کرتے دیکھا تو وندناتا ہوا دوبارہ لاہور پر قابض ہو گیا۔ پنجاب میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ اسوقت سکھوں کے سب سے چھوٹے گروہ سکر چکیہ کے نامور سردار رنجیت سنگھ نے تیزبینی سے معاملہ کو بھانپ لیا۔ خداداد عنایت اور شفقت الٰہی کا ہی نتیجہ تھا کہ اس جواں سال سورما نے معمولی جد و جہد سے تھوڑے عرصہ میں ہی منظم طاقت پیدا کر لی۔ احمد شاہ ابدالی کے جانشین شاہ زمان نے ۱۷۹۶ء میں پنجاب کا رخ کیا۔ مگر جب وہ واپس جا رہا تھا تو دریائے چناب میں سیلاب آ گیا۔ شاہ زمان کی فوج دریا عبور کر رہی تھی۔ اسوقت سکھوں کی ایک بھاری جمعیت نے پٹھانوں کی فوج کو لوٹنے کا ارادہ کیا۔ لیکن رنجیت سنگھ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ سیاست دان رنجیت سنگھ نے مصیبت میں پھنسے ہوئے دشمن کی مدد کرنا ہی مناسب خیال کیا۔ شاہ زمان کی سپاہ دریا پار ہو گئی۔ لیکن نقصان کافی ہوا۔ آٹھ توپیں دریا میں ہی ڈوب گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر شاہ زمان نے رنجیت سنگھ کو کہا "اگر آپ میری آٹھ توپیں دریا سے نکلوا کر کابل پہنچا دیں گے تو میری طرف سے لاہور پر قبضہ جمانے کا پورا پورا حق ہو گا۔ میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا۔" اگرچہ زبانی وعدہ سے رنجیت سنگھ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ

سکتا تھا۔ مگر رنجیت سنگھ نے شاہ زماں کے زبانی وعدہ کو ہی کافی خیال کیا۔ اور اس کی آٹھوں توپیں دریا سے نکلوا کر کابل بھجوا دیں۔ اور اس کے بعد اس نے لاہور پر قابض ہونے کی تدبیر پر غور کرنا شروع کر دیا۔

کسی وقت لاہور پر تین بھنگی سرداروں لہنا سنگھ۔ سوبھا سنگھ اور گوجر سنگھ کا قبضہ تھا۔ یہ لوگ قابل اور ہوشیار تھے۔ مگر ان کے جانشین کاہل اور سخت نکلے۔ لاہور میں بد اخلاقی کا دور دورا جاری تھا۔ ظلم و ستم سے رعایا کا ناک میں دم آچکا تھا۔ نظام سلطنت کے علاوہ کسی کی عزت بھی محفوظ نہیں تھی۔

ان حالات میں رنجیت سنگھ نے ان تھک ہمت اور خداداد لیاقت سے بہادر اور وفادار جرنیلوں کے سہارے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ لاہور کی فتح کے بعد کامیابیوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ فتح پر فتح حاصل ہوتی گئی۔ خیبر سے دہلی اور سندھ سے گلگت تک ترقی پسند حکومت کا ڈنکا بجا دیا گیا۔

پنجاب کے وہ لوگ جو برسوں سے دشمنوں کے پاؤں کے نیچے مسلے چلے آتے تھے وہ آزادی پسند سورما جو مغربی لٹیروں کی لوٹ میں سب سے پہلے زک اٹھاتے تھے اور برباد ہوتے تھے۔ چند بہادر دلاوروں کی ہمت اور لیاقت کے بل بوتے پر اس قابل ہو گئے کہ صف اوّل کے سیاست دانوں اور جہاں بانوں میں شمار ہونے لگ گئے۔ صرف یہی نہیں صدیوں کے نقصان کی تلافی معہ سود بھی وصول کی گئی۔ غیر ملکی مغربی حملہ آور طاقتوں نے جس طرح ہمیں بھوٹے کا شکار بنا کر ہندوستان کے اس پاک خطہ کو چیرہ گاہ بنا رکھا تھا۔ ہمارے جانباز بہادروں نے اسی طرح مغرب کی طرف رخ کیا۔ اور رقومات سے افغانستان کے مغرور اور سرکش لوگوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ جس کی وجہ سے پنجابی آج بھی فخر سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم آزادی اور حریت کے دلدادہ ہیں اور وحشی اور ظالم لٹیروں کا پوری پامردی سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ابھی ایک صدی نہ گذری ہے۔ جب

لاہور میں پنجاب کے ہندوؤں کی یعنی پنجابیوں کی خود مختار اور آزاد حکومت تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور اس کے بہادر جرنیلوں نے پنجاب کی پوتر دھرتی پر انصاف اور سچائی کا علم بلند کر دیا تھا۔ وہ پنجاب اور سکھ تاریخ کا سنہری زمانہ تھا۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بہادر جرنیل سردار ہری سنگھ نلوہ نے حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اس سورما نے جس طرف رخ کیا فتح و نصرت ہمرکاب ہوتی گئی۔ نہ کشمیر کے پہاڑی علاقوں سے گھبرایا نہ ملتان کے ریگزار اس کا دل توڑ سکے۔ اور نہ خیبر کی اوگھٹ گھاٹیوں سے پیشانی پر شکن آئی۔ بہادری اور جانفروشی کے ایسے حیرت ناک جوہر دکھائے کہ ہندو قوم اس کے بار احسان سے کبھی سبکدوش ہی نہیں ہو سکتی۔ اس جوانمرد اور بہادر جرنیل کے سامنے شیر دل دشمن کا پتہ پانی پانی ہو جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے دلاور افغان ہری سنگھ کا نام سن کر لرزاٹھتے ہیں۔ راہ فرار کے علاوہ انہیں اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں سوجھتی۔ اب تک ہری سنگھ کی بہادری اور ہمت کا سکہ دشمن کے دل پر نقش ہی ابھر رہے۔ پٹھان مائیں اپنے پیارے بچوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے ہری سنگھ کا نام لے کر ڈراتی ہیں۔ پنجاب کے قومی بہادر سردار ہری سنگھ کی زندگی کے کارنامے مرد وطن پرور کے لئے باعث درس و ہدایت ہیں۔ امید ہے پنجاب کے سب سے بڑے ہیرو کی سوانح حیات کے مطالعہ سے پنجاب اور بالخصوص ہندوستان دوست حضرات ضرور استفادہ حاصل کرنے کی سعی کریں گے ؛

پیرایۂ آغاز

اے زمیں کے سورما فرزند
اسے نئی شان سے تعمیر کر !
اپنے سینہ اور اپنے دل میں
اس کی دوبارہ بنیاد رکھ
زندگی کا ایک نیا دور
روشن ضمیری سے جاری ہو
اور اس کی مدح سرائی میں
نئے گیت گاتے جاؤ ! (گوئٹے)

نئی دنیا ـــــ نیا عالم ـــــ قوم کے سورما بیٹوں کی جدوجہد اور قوت استعداد سے ظہور پذیر ہوتا ہے ۔ نئی بنیادیں رکھی جاتی ہیں ۔ فطرت ربانی کی ترجمانی کرتے ہوئے ملت کے جفاکش فرزند انقلابی کرشمے دکھاتے ہیں ۔ مردہ قومیں حیات نو سے بیدار ہو کر زندگی اور پامردی کے ترانے گاتی ہوئی نئی سلطنتیں تعمیر کرتی ہیں ۔ اور جرأت مردانہ کے بل پر سیاسیات عالم کو زندگی بخش تقویت پہنچاتی ہیں ۔

کامل آزادی کے لئے گورو گوبند سنگھ کے پروانے میدان عمل میں اتر آئے تھے۔ اور مخالف طاقتوں سے دو دو ہاتھ کر رہے تھے۔ لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کے ذریعہ پنجاب کو کمزور کرنے والی سرکش جماعت سے نبرد آزما تھے۔ قوم کے ہر فرد و بشر کو آمادہ پیکار کرتے کرتے سنگھ سورماؤں نے پنجاب کو بارہ مثلوں پر بانٹ دیا۔ ہر مثل ایک زبردست اور جبری سردار کے ماتحت خم خانہ قدیم سے صہبائے آزادی کے جام نوش کرتی ہوئی ترقی کے مراحل طے کرنے لگی۔ پنجاب کے ایک سرے سے لے کر دوسرے تک سکھوں کا طوطی بول رہی تھی۔ پٹھانوں اور ترکوں کے سامنے سر خم کرنا قصہ پارینہ ہو چکا تھا۔ ہر وحشی اور پنجاب دشمن طاقت سے بلا امتیاز غیرے دو بدو جنگ لڑی جا رہی تھی۔

زمانہ کی گردش جاری تھی۔ آزادی کے پروانے پہاڑوں، میدانوں، غاروں اور مرغزاروں سے تلواریں سونت سونت کر نکلتے اور بستیوں کو ویرانے بنانے والی طاقت سے دو ہاتھ لیتے تھے۔

فرخ سیر نے کم ظلم نہیں ڈھائے تھے۔ پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں میں تفریق کی خلیج حائل کر کے بندہ بہادر کو قید و بند میں ڈال دیا تھا۔ اس بہادر سورما کی بوٹی بوٹی نوچ ڈالی گئی تھی۔ مگر منتقم مزاج بادشاہ کی اولاد سے قدرت نے انتقام لے لیا۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ یہ شہنشاہی اور کلاہ سکندری کسی کی میراث نہیں۔ نادر شاہ نے آ کر اسی کے جانشین محمد شاہ رنگیلے سے ناک رگڑوائی۔ مرہٹوں نے مغل حکومت کو سرے سے ہی پلیٹ دیا۔ احمد شاہ ابدالی آیا۔ اس نے بھی جوش و خروش دکھایا۔ قدرت کچھ اور چاہتی تھی۔ وہ نئے پنجاب کی تیاری میں نئے سورما کو زندگی بخش رہی تھی۔ ۱۷۳۲ء عیسوی میں سکر چکیہ مثل کے مشہور سردار گوردیال سنگھ کے گھر نیر درخشاں طلوع ہو گیا۔

مہاں سنگھ کا نبرد آزما اور جری فوج میں سردار گوردیال سنگھ سربرآوردہ سردار تھا۔ بہادری اور وطن دوستی کے صلہ میں شاہدرہ کے قریب ایک گاؤں جاگیر میں انعام ملا تھا۔ کھتری

ورنی۔ اہل ذات اور گوجرانوالہ وطن مالوف جبطرح زمانہ کے حالات تھے۔ سردار ہونے کی وجہ سے آسودگی اور مرفعہ الحالی میں ہی ہری سنگھ کی پرورش وپرداخت شروع ہوئی پانچ چھ برس کی عمر میں ہی پیشانی سے ایسے آثار دکھائی دیتے تھے کہ بڑا ہو کر ہری سنگھ غیر معمولی جوہر دکھائے گا۔

ہری سنگھ نے ابھی ساتویں سال میں ہی قدم رکھا تھا کہ قدرت نے عجیب کرشمہ سے دوچار کر دیا۔ سایہ پدری سر سے اٹھ گیا۔ ہری سنگھ یتیم رہ گیا۔ بے کسی اور کس مپرسی کے عالم میں جدی حقوق کے مطالبہ کی غرض سے اپنی مثل کے بڑے سردار رنجیت سنگھ کے سامنے پیش ہوا

رنجیت سنگھ غایت درجہ کا مردم شناس اور قیافہ دان تھا۔ نہایت مختصر بات چیت ہوئی۔ پدری ورثہ مل گیا۔ اس کے بعد ستارہ اقبال دن بدن چمکنے لگا۔ بے مثال جرأت اور دلیری گھٹی میں ملی تھی۔ عالم شعور میں آتے ہی طبیعت کی تیزی اور خداداد ذہانت نے جوہر دکھانے شروع کئے۔ ابھی دس برس کے ہی تھے کہ گھوڑے کی سواری کے ماہر بن گئے اسی سال نیزہ بازی اور برچھیوں کی لڑائی کے ایسے ہمت افزا جوہر دکھائے کہ جنگل میں سیر و شکار کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ گیارہ برس کی عمر میں ہی چند ساتھیوں کو ہمراہ لے کر شیر کے شکار پر چل پڑے۔ بڑی دلیری اور مردانگی سے شاہ بیابان کو بچھاڑ ڈالا۔ سپاہ گری کا شوق بڑھتا گیا۔ گولی چلانا۔ توپ کا نشانہ لگانا۔ تیر ملانا۔ گولی داغنا۔ اور تلوار سے لیموں قلم کرنا اس کے لئے کوئی بڑی بات نہ رہی۔

ان دنوں سپاہ گری کے سکول کا درس ہی باعث عزوافتخار ہوتا تھا۔ رنجیت سنگھ کی تربیت گاہ میں ہی ہری سنگھ نے فنی تعلیم حاصل کی۔ رنجیت سنگھ اپنی مثل کا سردار تھا۔ لاہور پر قبضہ نہیں ہوا تھا۔ اسلئے گوجرانوالہ ہی فن جنگ کی یونیورسٹی تھی۔ رنجیت سنگھ اس یونیورسٹی کا چانسلر تھا۔ اور اس کے ماتحت سردار پروفیسری کا فرض ادا کرتے ہوئے قرب وجوار کے نوجوانوں کو دلیری اور سپاہ گری کا درس دیتے تھے۔ ہری سنگھ نے رنجیت سنگھ کی

نظروں میں کافی توقیر حاصل کر لی۔ شاہ زمان کے مشہور سپہ سالار شانی خاں نے جب پنجاب میں سکھوں کی طاقت کو ختم کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ اور پہلے ہلہ میں ہی دریائے چناب کے کنارے پر آباد مشہور شہر گجرات کو قبضہ میں کر لیا۔ تو اسکے جی میں رنجیت سنگھ پر بھی یلغار بولنے کی دھن سمائی۔ رام نگر پہلے نشانہ کی زد میں آیا۔ بہادر رنجیت سنگھ نے جب یہ دیکھا تو دوسرے سکھ سرداروں کی طرح جنگل کو نہیں بھاگا۔ بلکہ قلعہ بند ہو کر دشمن سے ڈٹ گیا۔ توپوں کے گولے۔ بندوقوں کے فائر۔ اور تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ دشمن کے پاس کافی سپاہ تھی۔ مگر اس لڑائی میں رنجیت سنگھ کا بال بھی بانکا نہ ہوا۔ پٹھان سردار نے رام نگر سے ڈیرا اٹھا لیا اور دوسرے سرداروں کو جنگلوں سے تلاش کر کے ختم کرنے کے درپے ہوا۔ شانی خاں نے جب بھنگی سرداروں پر حملہ کیا تو یہ دیکھ کر پچھلی طرف سے رنجیت سنگھ بھی پل پڑا۔ وہ فوجوں میں بری طرح گھر جانے سے پٹھانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ہری سنگھ نے اس جنگ میں اچھے جوہر دکھائے رنجیت سنگھ نے جب اس خوبرو سردار کے حملہ کی پھرتی دیکھی تو وہ ہری سنگھ سے گہری محبت کرنے لگ گیا۔ رنجیت سنگھ نے دوسرے افسروں کے ساتھ ہری سنگھ کو بھی ہزیمت خوردہ فوج کا کچومر نکالنے کا حکم دیا۔ شانی خاں پر بڑی پھرتی سے حملہ کیا گیا۔ پٹھانوں کا بڑا سردار شانی خاں چیت ہو گیا۔ اس جنگ نے جہاں رنجیت سنگھ کی شہرت بڑھائی۔ وہاں ہری سنگھ کے لئے بھی ہمت اور بہادری کے جوہر دکھانے کے مواقع پیدا کر دیئے۔

سن شعور تک پہنچتے پہنچتے ہری سنگھ فن جنگ کے نشیب و فراز سے جانکار بن چکا تھا۔ قدرت نے جنگجوئی کا مادہ ودلیعت کیا ہوا تھا۔ اس حالت میں رنجیت سنگھ جیسے سردار کی تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ تھوڑے عرصہ میں ہی ہری سنگھ

اس قابل ہو گیا کہ جنگی معاملات میں اس کی رائے سب سے بہتر اور کامیاب رہتی تھی۔ ہری سنگھ کی معاملہ فہمی دلیری اور جرأت کا پورا پورا ثبوت اسوقت ملا۔ جب لاہور کی فتح کے بعد رنجیت سنگھ ایک سردار کی حیثیت سے مہاراجہ کے درجے پر پہنچ گیا اور نہایت ہی قریب کے دشمن قطب الدین حاکم قصور سے نبرد آزمائی کی نوبت آئی۔ قصور کی فوج کشی میں ہری سنگھ نے بڑے حیرتمند جوہر دکھائے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ذہن پر ہری سنگھ کی شخصیت کا دائمی سکہ بیٹھ گیا۔ قصور کے زوال کے بعد ہری سنگھ کے عروج کا ستارہ آسمان پر چمکنے لگا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قصور کی فتح کے بعد امرتسر میں بڑا دربار منعقد کیا۔ اور بر سر اجلاس ہری سنگھ نلوہ کی بہادری اور دلیری کا اعتراف کیا۔ جاگیر عطا فرمائی اور سرداری کا خلعت اور انعام و اکرام عنایت فرمایا۔ اس دن کے بعد سردار ہری سنگھ آٹھ سو پیادہ اور سوار فوج کا افسر مقرر ہو گیا۔ دیوالی گذر چکی تھی۔ اس مبارک تقریب کی خوشی کے ساتھ ہی ہری سنگھ کے لئے مراحل ترقی وا ہوتے گئے۔ اقبالمندی اور کامرانی قدم بوسی کے لئے دوڑی آئی۔ پنجاب خودمختاری اور آزادی کے لئے قدم بڑھانے لگا۔ رنجیت سنگھ اگر اس زمانہ میں آزادی کا رہنما تھا تو ہری سنگھ اس کا دست راست ثابت ہوا۔ ہری سنگھ نے قوت بازو سے آگے چل کر وہ کچھ کر دکھایا جسکا خواب میں بھی خیال نہیں آ سکتا تھا۔ جسطرح پانی کے رخ کو نشیبی مقام سے بلند سطح پر پہنچانا ممکنات سے بعید خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پنجابیوں کا مغربی افغان اقوام پر غالب آنا ممکن تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن ہری سنگھ نے سب کچھ کر دکھایا۔ صرف یہی نہیں بلکہ دشمن پر ایسا خوف مسلط کر گیا کہ آج بھی ہری سنگھ کا نام بڑے بوڑھے پٹھانوں کے جذبات کو لرزہ بر اندام کر دیتا ہے۔

ابتدائی لڑائیاں

ہری سنگھ سنہ ۱۸۰۷ء میں سردار بن چکا تھا۔ زبردست فوج اس کے ماتحت تھی۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسا ذمہ داری کا کام پیش نہیں آیا تھا جس میں تنہا جوہر دکھاتا متفرق چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ہر معرکہ میں سردار ہری سنگھ پیش پیش رہتا اور ذاتی لیاقت اور بہادری کے جوہر دکھاتا تھا۔ ان جنگوں میں اس کے ساتھی اور خود مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھی سپہ سالاری کا فرض سرانجام دیا۔

سنہ ۱۸۶۴ بکرمی میں جب پٹیالہ نریش راجہ صاحب سنگھ اور اس کی رانی آس کور میں اختلافات اس حد تک بڑھ گئے کہ خانہ جنگی کی نوبت آئی۔ اور راجہ صاحب سنگھ نے جھگڑے کو بڑھتے دیکھ کر پٹیالہ چھوڑ دیا۔ تو مجبور ہو کر سنام میں پہنچا۔ اور وہاں ہی ڈیرے ڈال دیئے۔ پٹیالہ پر اس کی رانی قابض تھی۔ راجہ صاحب سنگھ نے اس موقعہ پر مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب سے مدد کے لئے استدعا کی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ لاہور سے برسات کے اختتام کے بعد پٹیالہ کی طرف کوچ شروع ہوا۔ ہری سنگھ نلوہ ساتھ تھے۔ راستہ میں مالیر کوٹلہ ریاست تھی۔ ریاست کے چند ناعاقبت اندیش سپاہیوں نے مہاراجہ کے لشکر کے سپاہیوں سے بے اعتدالی کی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ سخت حیران ہو گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مالیر کوٹلہ پر حملہ کرنے کا حکم صادر ہو گیا۔ پٹھانوں کی طاقت ہی کیا تھی جو سکھوں کے مقابلہ میں آتے۔ لشکر

جرار کے حملہ بولتے ہی دم خشک ہو گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ چاہتے تھے کہ مالیر کوٹلہ کو ممالک محروسہ میں شامل کر لیا جائے۔ مگر سردار ہری سنگھ نے سفارش کی کہ اگر پٹھان مطلوبہ ہرجانہ ادا کر دیں تو ریاست انہیں واگزار کر دی جائے۔ رنجیت سنگھ نے پہلے انکار کر دیا۔ مگر جب سردار ہری سنگھ نے مالیر کوٹلہ کے مورث جمال الدین خان کی زندگی کے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ جسکا تعلق شری گورو گوبند سنگھ صاحب کے معصوم بچوں کی شہادت کے متعلق تھا۔ تو مہاراجہ رنجیت سنگھ جرمانہ کی رقم پر ہی راضی ہو گئے۔

جمال خاں کے واقعہ کے متعلق آیا ہے۔ کہ جب ظالم اور سیاہ کار ناظم سرہند نے شری گورو گوبند سنگھ صاحب کے معصوم بچوں کو حکمت عملی سے گرفتار کر لیا۔ اور انہیں دعوت اسلام دی گئی تو ان دھرم کے پروانوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ فیصلہ ہوا کہ ان کا پیمانہ حیات زندہ دیواروں میں چنوا کر لبریز کر دیا جائے۔ ناظم سرہند نے اس بے دردی اور ظلم کے کام کو جمال الدین مورث مالیر کوٹلہ کے سپرد کیا۔ مگر اس جواں مرد نے اس سفاکانہ خدمت سے انکار کر ڈالا۔ اور ناظم سرہند کو کہہ دیا کہ اس قسم کا وحشیانہ فعل کسی قوم کے لئے باعث عز و افتخار نہیں ہوتا۔ لیکن ناظم سرہند نے جمال الدین کی بات تک نہ سنی۔ چنانچہ وہ لاچار ہو کر دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور مالیر کوٹلہ میں آ کر اقامت گزین ہو گیا۔

سیالکوٹ پر سردار جیون سنگھ کا علم بلند تھا۔ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عروج کو دیکھ کر آتش رشک میں جلنا شروع کر دیا۔ اور بدخواہی شروع کر دی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سنہ ۱۸[illegible]ء میں سیالکوٹ پر حملہ کی تیاریاں شروع کی گئیں۔ خود مہاراجہ رنجیت سنگھ بنفس نفیس قلعہ کے محاصرہ کے لئے پہنچے۔ فوج کے نامور بہادر سردار ساتھ تھے۔ سیالکوٹ کا محاصرہ ڈال دیا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی توپیں دنادن شعلہ بار ہونے

لگیں۔ توپیں آگ برسا رہی تھیں۔ لیکن دشمن کافی سخت جان تھا۔ قلعہ سے بھی برابر کی چوٹ آتی تھی۔ ایک دو دن نہیں پورا ایک ہفتہ یہی نوبت رہی۔ محاصرہ نے طول پکڑ لیا یہ دیکھ کر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فوج کے نامور افسروں اور سرداروں کو جمع کیا۔ اور مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ سب نے اپنی اپنی رائے کے مطابق جواب دیا۔ لیکن جب ہری سنگھ کی باری آئی تو اس نے پورے استقلال سے کہا "مجھے پختہ یقین ہے کہ قلعہ کا شمال مشرقی کونہ سخت کمزور ہے۔ اگر اس طرف گولہ باری کی جائے تو قلعہ میں داخل ہونے کے لئے بہت جلد راستہ مل جائے گا۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس قسم کا راستہ مل گیا۔ تو میں خود قلعہ کی دیوار پر فتح کا جھنڈا بلند کروں گا" مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ہری سنگھ کی رائے کافی پختہ معلوم ہوئی۔ اگلے روز صبح سویرے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار ہری سنگھ کی رائے پر عمل شروع کر دیا۔ بڑے زور کی گولہ باری ہوئی۔ قلعہ کی دیوار میں شگاف ہو گیا۔ راستہ کھل گیا۔ ہری سنگھ اپنے ہمراہی سردار حکما سنگھ کو لے کر دشمن کے تیروں کی بوچھاڑ اور گولیوں کے وار کے سامنے دندناتا ہوا بڑھنے لگا۔ بڑھتے بڑھتے ہری سنگھ قلعہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور فتح کا پھریرا لے کر نعرہ زن ہوا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج بھرے ہوئے شیر کی طرح آگے بڑھی اور کامیابی سے ہمکنار ہو گئی۔ اس شاندار کامیابی کی خوشی میں بڑا بھاری دیوان منعقد کیا گیا۔ اور دونوں بہادر سرداروں کو رتبہ کے لحاظ سے انعامات سے سرفراز کیا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اٹھ کر ہری سنگھ کو گلے لگایا۔ اور تخت شاہی کے دائیں طرف بٹھایا۔

۱۸۰۹ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چوتھی بار ملتان پر فوج کشی کی تو اس مہم میں ہری سنگھ نے کافی نام پایا۔ سردار ہری سنگھ کی رائے تھی۔ کہ سرنگ میں فیتہ لگا کر قلعہ اڑا دیا جائے۔ چنانچہ اسی رائے پر متفقہ طور پر عمل ہوا

مگر افسوس جب سرنگ اڑی اور دیوار شگ ہو گئی۔ تو بک سے اڑتے ہوئے ملبہ کی زد میں ہری سنگھ آگیا۔ مگر ملتان فتح ہو گیا۔ زخمی سردار ہری سنگھ کو گوجرانوالہ میں لایا گیا یہاں کافی دیر تک بیمار رہنے کے بعد شفا حاصل ہوئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ ہری سنگھ کا گرویدہ ہو گیا۔ اور سردار ہری سنگھ کو اپنے خاص فوجی مشیروں کے زمرہ میں لے لیا۔

اٹک کا قلعہ افغان حکومت کے ماتحت صوبہ کشمیر کے قبضہ میں تھا۔ شاہ شجاع والئے کابل اپنے بھائی محمود شاہ سے زک اٹھا کر دوڑتا بھاگا۔ عطا محمد خاں صوبیدار کشمیر کے پاس آپہنچا۔ شاہ محمود کا وزیر فتح خاں بارک زئی جو درحقیقت اسوقت افغانستان کے سیاہ و سفید کا مالک بنا ہوا تھا عطا محمد خاں پر سخت ناراض ہو گیا۔ کیونکہ اس نے شاہ شجاع کو پناہ دی تھی۔ چنانچہ ۱۸۶۹ سمت میں شاہ شجاع کو باغی قرار دیا گیا اور اس پر فوج کشی کا ارادہ ہوا۔ فتح خاں بڑا آزمودہ کار تھا۔ اسلئے اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جنگ میں حلیف بنانے کی کوشش کی۔ تاکہ دشمن کو چاروں شانے چت کیا جائے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ ایسے موقع کو کب ہاتھ سے جانے دیتے تھے۔ انکار نہیں کیا۔ فی الفور لشکر جرار دیوان حکم چند صاحب کنجاہی کی زیر کمان امداد کے لئے بھیجدیا۔ راستہ میں افغان فوجی سپاہیوں نے کئی بے اعتدالیاں دکھائیں۔ لشکر رنجی پیدا ہو گئی۔ خالصہ فوج کشمیر میں پہنچ گئی۔ فتح خاں وزیر کی رائے کے مطابق ایک دو جگہ لڑائیاں ہوئیں۔ اور شیر گڑھ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا اسی قلعہ میں شاہ شجاع اور عطا محمد خاں محصور رہے۔ سارا دن خوب گھمسان کی جنگ رہی۔ جب شام کی خاموشی مسلط ہوئی تو شاہ شجاع اور عطا محمد دیوان حکم چند کے خیمہ میں پیغام صلح لے کر آپہنچے۔ فتح خاں بارک زئی کو جب یہ خبر ملی تو وہ بھولا نہ سمایا۔ اسنے دیوان حکم چند سے پناہ گزینوں کا مطالبہ کیا۔ اس موقعہ پر

عطا محمد نے دیوان حکم چند سے استدعا کی کہ ہمیں فتح خاں کے حوالے نہ کیا جائے وہ ہمارا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی تحویل میں لے کر ہمیں قتل کر ڈالے۔ اگر ہماری جان بخشی کی جائے تو قلعہ اٹک جو اسوقت ہمارے قبضہ میں ہے۔ خالصہ فوج کے سپرد کر دیا جائے گا۔ دیوان حکم چند بڑا معاملہ فہم اور دانا تھا۔ اس نے معاملہ کو طول دینے کے لئے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایک خط لکھا۔ جس میں جملہ واقعات کو بلاکم و کاست تحریر کر دیا۔ اور شاہی حکم مانگنے کی درخواست کی۔ ابھی دیوان حکم چند کا خط لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ تک پہنچا ہی ہو گا کہ شاہ شجاع کی بیگم بھاگ کر لاہور میں آ پہنچی۔ مہاراجہ کی خدمت میں عرض پرداز ہو کر اپنے شوہر شجاع کے متعلق التجا کی کہ اسے فتح خاں بارک زئی کے حوالے نہ کیا جائے۔ جان بخشی کے صلہ میں میں اپنے مالک سے کوہ نور ہیرا جس کی شہرت سارے عالم میں پائی جاتی ہے آپ کو دلوا دوں گی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو وزیر فتح خاں کی دوستی کے مقابلہ میں یہ سودا عمدہ اور سستا معلوم ہوا۔ انہوں نے دیوان حکم چند کو فرمان روانہ کیا کہ عطا محمد خاں سے قلعہ اٹک کی روانگی کا پروانہ لے کر فوراً ہمارے پاس روانہ کر دو۔ اور خود پناہ گزینوں کو ساتھ لے کر ہمارے پاس چلے آؤ۔ اس ضمن میں اگر افغان مزاحمت کریں تو تلوار سے انہیں جواب دیا جائے۔

عطا محمد خاں نے مہاراجہ کا حکم ملتے ہی قلعہ دار اٹک کو قلعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سپرد کرنے کا پروانہ بھیجدیا۔ اسی وقت فقیر عزیز الدین زیر دستہ فوج کے ساتھ اٹک روانہ ہوا۔ بلا مزاحمت اٹک ہاتھ آگیا۔ جہاندار خاں قلعدار اٹک کو معقول انعام اور وظیفہ دیا گیا۔ جب فتح خاں بارک زئی کو اس حیرت انگیز چال کا پتہ چلا تو وہ سخت برافروختہ ہوا۔ بڑا پیچ و تاب کھایا اس نے بھی لشکر جرار اکٹھا کر لیا۔ اور اٹک پر حملہ کی تیاری کر دی۔ یہ خبر جب

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں پہنچی تو مہاراجہ صاحب نے ہری سنگھ نلوہ کو چند چیدہ سرداروں کے ساتھ قلعہ کی حفاظت اور مدافعتی جنگ پر مامور کیا۔ حضرو کے میدان میں سکھوں اور افغانوں کی فوجیں جمع ہو گئیں۔ نہایت سخت اور قطعی جنگ جاری ہوئی۔ جس نے نہایت خونخوار صورت اختیار کر لی۔ سردار ہری سنگھ نلوہ نے زبردست جوہر دکھائے۔ اور ہمیشہ کے لئے قلعہ کی قسمت کا فیصلہ خالصہ سرکار کے حق میں ہو گیا۔ افغان فوج تاب مقابلہ نہ لا سکی۔ اگرچہ اس جنگ میں سالار اول دیوان حکم چند تھے۔ مگر ہری سنگھ نے اٹک کی پہلی جنگ میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا۔ اس جنگ میں سردار ہری سنگھ نے یہ پختہ رائے قائم کر لی تھی کہ افغان سکھوں کے سامنے میدان کارزار میں تاب نہیں لا سکتے۔ اٹک کی جنگ ۱۸۱۳ء میں ہوئی۔ جس نے پنجاب کی خالصہ فوج کے حوصلے بڑھا دیئے۔ اس کے بعد مغرب کی شاہراہیں کھل گئیں۔ اور برسوں تک غالب رہنے والی مغربی طاقتیں بودی اور ناکارہ ثابت ہوتی گئیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا خیال کشمیر کے علاقہ کو فتح کر کے ممالک محروسہ میں شامل کر لینے کا تھا۔ اسلئے ۱۸۱۴ء میں کشمیر پر یلغار کی تیاری کی گئی۔ پہاڑی علاقہ پر مہم روانہ کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی۔ اس سلسلہ میں ایک مورچہ سیالکوٹ اور دوسرا جموں بنایا گیا۔ ہلکی ہلکی توپوں کو پہاڑوں کی بلندی پر لیجانے کے لئے خاص انتظام کیا گیا۔ مہاراج کے ساتھ کئی پہاڑی سردار بھی اس مہم پر روانہ ہوئے ہری سنگھ نلوہ بھی ساتھ تھے۔ ان کے سپرد اس دستہ کی کمان تھی جو بہرام گلی کے راستہ سے روانہ ہوا تھا۔ بارہ منگا کے مقام پر دشمن سے زبردست مقابلہ ہوا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دوسرے راستہ سے سری نگر کا رخ کیا۔ لیکن سردی کے

غلبہ اور قدرتی حالات کے ناساز گار ہونے کی وجہ سے واپس آنا پڑا - برف باری اور راستہ کی دشواری نے سکھ سپاہیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا - اس مہم میں دو ماہ سخت مصیبت کا سامنا رہا - لاچار خالصہ فوج واپس پنجاب آگئی -

۱۸۱۵ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قلعہ منگیرہ کی تسخیر کے لئے مہم روانہ کی تو فوج کے میمنہ پر ہری سنگھ نلوہ تعینات تھا - بڑی پامردی سے مقابلہ ہوا - دشمن نے پہلے پہل بڑی ثابت قدمی دکھائی - لیکن خالصہ فوج کچھ ایسی جرائت اور ہمت سے گولہ باری کرتی رہی کہ غنیم کو ہزیمت یاب ہونے کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نظر نہ آیا -

۱۸۱۶ء میں حاکم ملتان نے خراج ادا نہیں کیا تھا - سردار ہری سنگھ نلوہ کو وصولی کے لئے بھیجا گیا - فوج کا سالار اعظم دیوان بھوانی داس بنایا گیا - ہری سنگھ کے سپرد صرف فوج کی افسری تھی - باقی انتظام پولٹیکل افسر کے طور پر دیوان کے ہی سپرد تھا - خالصہ فوج نے ملتان پہنچتے ہی گھیرا ڈال لیا - نواب کے ذہن میں خودسری کام کر رہی تھی - پٹھانوں کی فوج لے کر اس نے مقابلہ کے لئے تیاری کر لی - سردار ہری سنگھ نے دیوان بھوانی داس سے کہا یہ کہ اگر آپ حکم دیں تو میں اسی فوج سے نواب کا کچومر نکال سکتا ہوں - مگر دیوان نے ہری سنگھ کے مشورہ پر عمل نہ کیا اور بے نیل و مرام واپس آپہنچا - رنجیت سنگھ کی زندگی میں پسپائی کا یہ پہلا واقعہ تھا - یہ بزدلی بھلا کب گوارا ہو سکتی تھی - غصہ کے عالم میں انہوں نے دیوان بھوانی داس کو قید کر لیا - اور اس وقت تک رہائی کا حکم صادر نہ فرمایا - جب تک دس ہزار روپیہ جرمانہ وصول نہ کر لیا -

جنوری ۱۸۱۸ء میں ملتان پر آخری بار سخت حملہ کیا گیا۔ اس دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پوری تیاری سے کام لیا۔ تمام ماتحت جاگیردار اور راجے زیادہ سے زیادہ فوج لے کر شریک جنگ ہوئے۔ اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو کر لاہور سے فوج نے کوچ کیا۔ سردار دل سنگھ۔ فتح سنگھ اہلو والیہ۔ ہری سنگھ نلوہ۔ دھنا سنگھ ملوئی دیوان موتی رام۔ اور دیوان رام دیال ہمراہ تھے۔ پیدل اور سوار فوج کی تعداد پچیس ہزار تک پہنچ گئی۔ بڑی بڑی توپیں ملتان پہنچائی گئیں۔ مصر دیوانچند فوج کا سالار اول بنایا گیا۔ راوی۔ چناب۔ اور جہلم کے دریائی راستوں سے رسد پہنچانے کا انتظام کیا گیا۔ دوسری طرف نواب ملتان نے بھی زبردست تیاری کی تھی۔ اسلام کے نام پر عوام کو فوج میں شامل ہونے کی تحریک دی اور مذہبی جہاد کی تحریک سے ملتان کی جنگ لڑنے کا اعلان کیا۔ جھنگ کا احمد خاں سیال مہاراجہ رنجیت سنگھ کا اتحادی بن گیا۔ فوج منزلیں سر کرتی ہوئی احمد گڑھ اور مظفر گڑھ پر فتح کا علم بلند کرتی فروری میں ملتان پہنچ گئی۔ شہر خالی تھا۔ خالصہ فوج شہر پر قابض ہو گئی۔ پٹھان قلعہ میں محصور تھے۔ کئی ہفتے محاصرہ جاری رہا۔ روزانہ گولہ باری کی جاتی۔ مشہور و معروف زمزمہ توپ کے آتش گولوں نے قلعہ کی دیواریں شق کر ڈالیں۔ مظفر خاں نواب ملتان کی فوج نے بھی ہمت سے مقابلہ کیا۔ مگر ۲ جون کے دن لاچار ہو کر اس نے شکست کی بجائے موت کو ترجیح دی۔ سخت خونریز کشمکش کے بعد ملتان ممالک محروسہ میں شامل ہو گیا۔ مہاراجہ کو جب فتح ملتان کی خبر ملی۔ تو لاہور کے بڑے بڑے بازاروں میں چاندی اور سونے کے سکوں کی بارش کی گئی۔ امرتسر اور لاہور میں کئی دن تک روشنی کی گئی۔ جنگی فتوحات کے سلسلہ میں سردار ہری سنگھ نلوہ کو بھی انعامات سے نوازا گیا۔

اسی سال فتح خاں بارک زئی افغانستان کی خانہ جنگی کا شکار ہوا تھا۔ جب یہ خبر دربار لاہور کو ملی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نومبر میں پشاور کی مہم شروع کر دی۔ اٹک کا علاقہ پہلے ہی خالصہ حکومت میں شامل تھا۔ پشاور کا حملہ بھی بڑا کامیاب رہا۔ یار محمد خاں بارک زئی حاکم پشاور جو دارالحکومت کابل کے ماتحت تھا۔ بے دخل کر دیا گیا۔ اور علاقے کا انتظام جہاں داد خاں کے سپرد ہوا۔ مگر قدرت کی تعجب کاری دیکھیئے۔ کہ جبوقت خالصہ فوج واپس لوٹتی ہوئی اٹک کے اس پار آئی یار محمد خاں نے جہاں داد خاں کو دبوچ لیا اور پشاور پہ دوبارہ قابض ہو گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جبوقت یہ خبر ملی تو انہوں نے سردار ہری سنگھ کو یار محمد خاں کی سرکوبی پر تعینات کیا۔ ہری سنگھ نے بارہ ہزار خالصہ فوج کے ساتھ مل کر پشاور کا رخ کیا۔ بہادر ہری سنگھ منزلیں سر کرتا ہوا فی الفور پشاور پہنچا۔ محاصرہ ڈال دیا گیا۔ اتنی سخت محاصرہ بندی کی گئی کہ یار محمد خاں تنگ آ گیا۔ پشاور اس کے ہاتھ سے نکل رہا تھا کہ اچانک اس نے حکمت عملی کے طور پہ اپنے وکلاء یعنی روح اللہ خاں، امیر مل اور مرزا حسین کے ساتھ پچاس ہزار روپیہ کی ہنڈی اور معقول تعداد میں کابلی گھوڑے اور خشک میوہ جات مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں بھیجکر معافی کی درخواست کی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں سردار ہری سنگھ نے یہ تمام چیزیں روانہ کر دیں خود پشاور میں ہی لنگر انداز رہا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بڑا جہاندیدہ اور آزمودہ کار تھا۔ اس نے معافی قبول کر لی اور یار محمد خاں کی جاگیر میں قدردانی کے طور پہ معقول اضافہ کر دیا۔ پشاور کی مہم کی کامیابی سردار ہری سنگھ کی سیاست دانی اور فن جنگ کی مہارت کی رہین منت تھی۔

۱۸۱۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پنڈ دادنخاں کے مقام پہ ایک

عام فوجی دربار منعقد کیا۔ ہری سنگھ نلوہ اور مصر دیوانچند کو علاقہ منگیرہ اور بسال کے سرکش زمینداروں کی سرکوبی اور وصولئے خراج کے لئے روانہ کیا۔ بسال کے زمینداروں نے جب خالصہ فوج کی آمد کی خبر سنی تو پہلے ہی بھاگ گئے۔ ہری سنگھ نلوہ اور اس کی فوج ظفرموج نے زمینداران لبالان کی ایک سو چالیس گھوڑیاں ضبط کر کے لاہور روانہ کر دیں۔ تھوڑے عرصہ بعد مصر دیوانچند لاہور بلا لئے گئے۔ لیکن سردار ہری سنگھ اسی علاقے میں رہا۔ سردار ہری سنگھ نے جنگی نقطہ خیال سے مٹھ ٹوانہ اور نور پور کے قریب ایک قلعہ تیار کیا۔ اور اپنے ماتحت کو روانہ کر کے نواب سربلند خاں آف منگیرہ سے بقایا اخراج وصول کیا۔ اسی سال مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تسخیر کشمیر کے لئے آخری حملہ کیا۔ جس کے نتیجہ کے طور پر ملک کشمیر ہمیشہ کے لئے مہاراجہ کے قبضہ آگیا۔ کشمیر کی مہم پر پہلے مصر دیوانچند کو روانہ کیا۔ مگر اس کے بعد یکم جمادی الاوّل ۱۲۳۴ھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے زبردست دربار منعقد کر کے سردار ہری سنگھ نلوہ کو بھاری خلعت دے کر فتح کشمیر پر تعینات کیا خالصہ فوج نے اس بار نہایت سخت لڑائیاں لڑیں اور پوری جفاکشی سے افغانوں کو مار مار کر کشمیر سے نکال دیا۔ اگرچہ کشمیر پر قبضہ ہو گیا مگر پونچھ در بند اور راجوری وغیرہ کی ریاستیں سرکش رہیں۔ ان علاقوں پر فتح پانے کے لئے سردار ہری سنگھ سارا سال جنگ میں مصروف رہا۔ اور ایسی عدیم النظیر کامیابی حاصل کی کہ بعد کو پٹھانوں کے ذہن سے کشمیر کی طرف بڑھنے کا خیال تک ختم ہو گیا۔

کشمیر کی گورنری اور تسخیر ہزارہ

کشمیر خالصہ حکومت کے زیر نگیں ہو گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پہلے پہل اس علاقے کی گورنری لالہ موتی رام کمّاجی کے سپرد کی۔ مگر اس کا بیٹا دیوان رام دیال ہزارہ کے مفسدین کے ہاتھوں نہ تیغ ہو گیا۔ اس اندوہناک خبر کے ملتے ہی دیوان موتی رام سخت دل برداشتہ ہو گیا۔ غم و الم کی حالت میں انہوں نے خدمات شاہی سے دست کشی اختیار کر لی۔ دیوان موتی رام کی جگہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کی زمام حکومت سردار ہری سنگھ نلوہ کے سپرد کی۔ ۱۸۲۰ء میں سردار ہری سنگھ گورنری کے عہدہ پر فائز ہو کر کشمیر روانہ ہوئے۔ اگرچہ ہری سنگھ کا عہد زیادہ طویل نہیں تھا۔ لیکن قلیل عرصہ میں ہی نظام سیاست کے لحاظ سے کشمیر نے ایک زبردست انقلاب دیکھا۔ دیوان موتی رام نرم مزاج اور صلح کن آدمی تھے۔ اس لئے ان کے دور حکومت میں سطوت اور دبدبہ کم رہا۔ پورا پورا رعب اور انتظام نہ ہو سکا چھوٹے چھوٹے رئیسوں نے اپنے آپ کو خود مختار سمجھنا خیال کر لیا تھا۔ معمولی نذرانوں کے علاوہ وہ دربار کشمیر سے کوئی گہرا تعلق نہیں رکھتے تھے۔ رعایا پر ظلم کرتے اور جبر و تشدد سے باز نہیں آتے تھے۔ سردار ہری سنگھ جب گورنر بن کر کشمیر میں پہنچے تو انہوں نے بد نظمی دور کرنے کے لئے استبدادی پنجہ کو زور سے گرفت میں لیا نئے طریقے رائج کر کے ماتحت رئیسوں کو زیر نگیں علاقوں میں امن قائم رکھنے

کی تلقین کی۔ مطیع اور باجگذار رہنے کے لئے ضمانتیں اور اقرار نامے لکھے گئے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے ناجائز محاصل کو بند کرنے کا حکم دے دیا۔ خود سر رئیس گھبرا اٹھے۔ انہوں نے پہلی بار اس قسم کے نظم ونسق کو دیکھا۔ جد وجہد جاری کر دی بغاوتوں کا جال بنا یا گیا۔ بارہ مولا۔ پھیر اور چونک وغیرہ میں عام بغاوات شروع ہو گئیں۔ سردار ہری سنگھ چوکنا ہو کر حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے نہایت دلیری سے مفسدوں کی سرکوبی کے لئے مہم جاری کر دی۔ کسی بھی رئیس کے لئے آزادی کی راہ باقی نہ رہی ہر ایک رئیس کا ایک ایک قریبی عزیز دربار سری نگر میں بطور یرغمال رکھ لیا گیا۔ جس وقت کسی علاقہ سے خود سری کی خبر آتی تو ضمانت کے طور پر دربار کشمیر میں آئے ہوئے رئیس کا قافیہ تنگ کر دیا جاتا۔

راولپنڈی سے لاہور کی طرف آنے والے راستہ میں دریائے جہلم کے کنارے ببب اور کھکھ کہلاتے والے لوگ آباد ہیں۔ یہ لوگ دریا کے دونوں کناروں پہ آباد تھے۔ کہتے ہیں ان لوگوں کے بزرگ برہمن اور کھشتری تھے۔ جن کو شاہان اسلام نے بجبر مسلمان بنایا تھا۔ عرف عام میں یہ بھی خیال پایا جاتا ہے کہ ببب برہمن اور کھکھ کھشتری نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ دریائے جہلم کے دائیں کنارے ببب لوگ آباد تھے۔ اور بائیں طرف کھکھ رہتے تھے۔ ببب لوگوں کا سرغنہ سلطان اور کھکھ لوگوں کا سردار راجہ کہلاتا تھا۔ مگر اس زمانہ میں ان لڑاکی قوموں کا سردار غلام علی کھکھ تھا۔ یہ شخص نہایت شریر مفسدہ پرداز اور سرکش تھا۔ غلام علی کی غارت گری اور تباہی سے علاقہ کے لوگ نالاں تھے۔ کسی کو امن چین حاصل نہیں تھا۔ ہر طرف بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ رنجیت سنگھ نے کئی بار خالصہ فوج کو ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ مگر بڑے بڑے جرنیل مالی اور جانی نقصان اٹھا کر واپس آ گئے۔ مفسدہ پرداز لوگ قابو

میں نہیں آتے تھے۔ بلکہ خودسری کے عالم میں انہوں نے یہ خیال کرنا شروع کر دیا تھا
کہ رعایا کو تنگ کرنا اور لوٹنا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جب وقت سردار ہری سنگھ
نلوہ کو ان لوگوں کی خودسری کے واقعات کی خبر ملی اور پتہ چلا کہ معمولی سرزنش
سے یہ لوگ سیدھے ہونے والے نہیں۔ سردار نے عنان توجہ اس طرف موڑی
راستہ سخت دشوار تھا۔ کئی دن کی جدوجہد کے بعد خالصہ فوج کامیاب ہو گئی۔ غلام علی
سرغنہ زندہ گرفتار کیا گیا۔ چنانچہ اسے پابند زنجیر سردار ہری سنگھ نے رنجیت سنگھ
کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اور اس علاقے پر قبضہ جما لیا۔ اس نامی لیٹرے کی
گرفتاری سے علاقہ کے دوسرے مفسدین کے ہوش ٹھکانے آئے۔ اور ملک میں
امن قائم ہو گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سردار ہری سنگھ نلوہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے لئے
معمولی فوجی دستہ کے ہمراہ کچھ تحائف لا رہے تھے۔ ان کا فوجی قافلہ جب وقت نانگل
ضلع ہزارہ میں پہنچا تو اس علاقے کے سردار محمد ترین خاں نے یہ خیال کر کے کہ ہری سنگھ
کے ساتھ صرف سات ہزار کا فوجی دستہ ہے۔ اس نے بیس پچیس ہزار غازیوں کو جمع کر
لیا۔ راستہ میں قافلہ روک کر کہنے لگا کہ ہمارے علاقہ سے ان تحائف کا محصول ادا
کر کے جا سکتے ہو۔ ہری سنگھ نلوہ نے اسے راہ راست پہ لانے کی کوشش کی۔ مگر
محمد ترین خاں کے ذہن پہ جہاد کا نشہ اور دینی لڑائی کا بھوت سوار تھا۔ گفت و شنید
سے کوئی بات بنتی نظر نہ آئی۔ ہری سنگھ نلوہ بھلا اس قسم کی باتوں سے کیوں گھبراتا
اس نے محمد ترین خاں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ ارد گرد کے علاقہ میں مسلمانوں
کی اکثریت تھی۔ ہری سنگھ نلوہ کے فوجی دستہ نے سینکڑوں مخالفوں کو کھیت رکھا
تیغ آزمائی کے جوہر دکھاتے دکھاتے جب خالصہ فوج تھک گئی تو صفوں میں انتشار

پیدا ہو گیا۔ محمد ترین کی فوج کے آدمی بھی کٹ کٹ کر مرتے جا رہے تھے۔ لیکن انہیں قرب وجوار کے لوگوں کی کمک ملجاتی تھی۔ ہری سنگھ نے جب حالات کی نزاکت دیکھی تو خود تلوار سونت کر میدان کارزار میں اتر آئے۔ خالصہ فوج سے مخاطب ہو کر اپنے بہادروں کے نقش قدم پہ چلنے کا حکم دیا۔ چھ گھنٹے تک لڑائی ہوتی رہی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ پگ ڈنڈیوں سے خون بہنے لگا۔ دشمنوں کے ہوش گم ہونے لگے ہر ایک مخالف یہ کہہ کر بھاگنے لگ گیا کہ "ہریا آیا۔ ہریا آیا" اس دن کی لڑائی میں مخالفوں کے دس ہزار آدمی کھیت رہے۔ دشمن اپنی کمزوری کو دیکھ کر بھاگ نکلا اس موقعہ پہ ہری سنگھ نے تعاقب کرنا بہتر خیال نہ کیا۔ اردگرد کے دیہاتیوں نے اگرچہ مخالفین کو مدد دی تھی۔ مگر ہمارے دوراندیش جرنیل نے انتقام لینے سے اجتناب کیا۔ دیہاتوں کو بالکل گزند نہ آنے دی۔ مگر تاوان جنگ کے طور پہ چھ ر فی گھر وصول کیا۔ بیوہ اور غریب لوگوں کو عام معافی دی گئی اور علاقہ خالصہ سلطنت کی تحویل میں لے لیا گیا۔ حفاظتی چوکی کے طور پہ موضع نواں شہر میں ایک قلعہ تعمیر کیا جس میں خالصہ فوج کا ایک بہادر دستہ تعینات کیا۔ تاکہ علاقہ میں امن برقرار رہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ خوشاب میں تشریف فرما تھے۔ ۱۲ کاتک ۱۸۷۵ سمت کو سردار ہری سنگھ بارگاہ ہمایونی میں حاضر ہوا۔ اور ناگل کے علاقہ کی فتوحات کے حالات بیان کئے۔ شیر پنجاب اپنے سردار کی کامیابیوں کے کارنامے سن کر بڑا محظوظ ہوا۔ لاتعداد تحائف کے علاوہ سردار ہری سنگھ نلوہ نے کئی نفیس اور بیش قیمت اشیاء خدمت میں پیش کیں۔ طلائی سانو سامان سے آراستہ چالیس بیش قیمت گھوڑے۔ دو پالکیاں جن میں سے ایک کا ہودہ نقرئی تھا اور اس پہ کشمیری ساخت کا کام کیا ہوا تھا دوسری پالکی کلابتونی تھی۔ تحائف کو دیکھ کر اور مفتوحہ ممالک کے حالات سن کر

مہاراجہ کی خوشی کی حد نہ رہی۔ سردار ہری سنگھ نلوہ کو اپنے ہمراہ لے کر مہاراجہ رنجیت سنگھ شاہی تزک و احتشام سے لاہور پہنچے۔ لاہور پہنچکر عالیشان دربار منعقد کیا گیا۔ جمیں سردار ہری سنگھ کی بہادری، دلیری اور وفاداری کا اعتراف کیا گیا۔

سردار ہری سنگھ نلوہ نے کشمیر کی فتوحات کے زمانہ میں اقتصادی حالات کو درست کرنے کے لئے اپنا سکہ بھی جاری کیا تھا۔ سکہ پر ایک طرف اکال اور دوسری طرف ہری سنگھ کا نام کندہ تھا۔ خالصہ حکومت کے زمانہ میں اس روپیہ کا کافی چلن رہا اور بعد کو بھی پنجاب میں ہری سنگھ کے روپیہ کے نام سے یہ روپیہ مشہور رہا۔

تسخیر کشمیر کے زمانہ میں خالصہ فوج بے دریغ خرچ کرتی رہی تھی۔ اس کے علاوہ مفتوح علاقہ سے حاصل شدہ مال بھی سپاہیوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ مگر یہ طریقہ شیر پنجاب کے اصول جہانبانی کے خلاف تھا۔ تاہم جان جوکھم کی مہم کی وجہ سے شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فتوحات کشمیر کا حساب نہ لیا۔ عام معافی دے دی گئی۔ اور سردار ہری سنگھ کو سابقہ جاگیر کے علاوہ مزید جاگیر عنایت کر دی گئی۔ اور فوج کے دوسرے سرداروں اور ماتحت لوگوں کو بھی انعام و اکرام سے نوازا گیا۔

ہزارہ کی گورنری اور ہری پور کا قلعہ

تسخیر کشمیر کے وقت ہی ہزارہ کے علاقہ کی حالت نہایت خراب تھی۔ قرب و جوار میں خود سر پٹھان آباد تھے۔ جن کی نسلوں میں ہزارہا سال سے خون خرابے اور لڑائی جھگڑائی کی سپرٹ کام کر رہی تھی۔ یہ لوگ وقتی طور پر تو ماتحت اور مغلوب ہو گئے مگر ان کی ذہنیت کچھ اس قسم کی واقعہ ہوئی تھی کہ وہ لوگ خالصہ فوج اور خالصہ حکومت کے پورے پورے مطیع و منقاد نہیں تھے۔ جو وقت سر پہ آ بنتی تھی تو خراج وغیرہ ادا کرتے اور نذرانے دے کر مخلصی کروا لیتے تھے۔ اس کے بعد پھر خود سر ہو جاتے۔ اپنے آپ کو آزاد سمجھتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بدنظمی اور شورش مچاتے ہوئے کمزور اور نہتے لوگوں پر پل پڑتے۔ اور اگر اسطرح بھی کوئی کام بنتا نہ دیکھتے تو آپس میں ہی کشت و خون پر اتر آتے۔ خالصہ حکومت کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

کشمیر کی فتح کے بعد جب لاہور دربار کی طرف سے سردار حکم سنگھ مالیہ کی وصولی کے لئے ہزارہ کے علاقہ میں پہنچا تو ناگل ضلع ہزارہ کے سرکش محمد تربیں خاں نے سازش کی اور خالصہ سردار کو گولی سے اڑا دیا۔ دوسرے سال جب دربار نے سردار حکما سنگھ کو مالیہ کی وصولی کے لئے روانہ کیا تو باوجود فوج اور اسلحہ جنگ سے آراستہ دستوں کے محمد تربین خاں نے سردار حکما سنگھ کی بھی نہ چلنے دی۔ ناگل ضلع ہزارہ

کے علاقہ کو محمد ترین خاں دربار لاہور سے آزاد خیال کرتا تھا۔ مالیہ اور لگان کی وصولی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر سردار ہکما سنگھ نے حالات حاضرہ سے دربار لاہور کو آگاہ کیا۔ لاہور سے دیوان رام دیال پسر دیوان موتی رام کشمیر فوج کو لے کر سرغنوں کی سرکوبی اور لگان کی وصولی کے لئے روانہ ہوا۔ زبردست توپخانہ ساتھ تھا۔ لیکن محمد خاں معمولی طاقت کا مالک نہیں تھا اس نے خالصہ فوج کے ہاتھ دیکھے ہوئے تھے۔ اسلئے پیش بندی کے طور پر ایسی ترکیب سے کام لیا کہ دیوان رام دیال وہیں شہید ہو گیا۔ اس کے بعد دربار لاہور نے سردار بھولا سنگھ کالی اور مشہور سردار امر سنگھ مجیٹھیہ کو مہم پہ روانہ کیا۔ اگرچہ ان دونوں سرداروں کی سابقہ کامیابیاں اور شاہی خدمات کے علاوہ فنی جنگ کی دستکاری کا شہرہ تھا۔ مگر باوجود ہزار در ہزار کوشش اور حکمت عملی سے کام لینے کی بھی کامیابی نہ ہوتی۔ یہ دونوں سردار بھی شہید ہو گئے۔ مسلسل ناکامیوں [illegible] کو دیکھ کر مہاراجہ رنجیت سنگھ حیرت زدہ رہ گیا۔ اسے کسی ایسے دلیر اور منتظم سردار کی ضرورت تھی جو اس مہم کو کامیابی سے سرانجام دیتا اور اپنی دلیری اور بہادری کے بل بوتے خودسر پٹھانوں کو نیچا دکھاتا۔ کافی غور و فکر کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کی نظر انتخاب سردار ہری سنگھ پہ پڑی۔ اس سے پہلے بھی ہری سنگھ نے ہزارہ کے اس خودسر باغی کو ناکوں چنے چبوائے تھے۔ اسلئے انہیں اس زبردست مہم پر روانہ کرنا ہی مناسب ٹھہرا۔ دسہرہ کے پوتر تہوار پہ عالیشان شاہی دربار لگایا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک زبردست تقریر کرتے ہوئے ہری سنگھ نلوہ کو خلعت فاخرہ عنایت کی اور حکومت ہزارہ کا پروانہ دے کر مہم پہ روانہ کر دیا سکھ سردار خالصہ فوج لے پرچم کو بلند کرتے ہوئے کوتل گھوڑوں پہ سوار ہو کر چلے جوش و خروش سے روانہ ہوئے۔ ہری سنگھ نلوہ کی زبردست فوج

انتقام کے جذبہ سے بے قابو منزلیں طے کرتی ہوئی ہزارہ کے علاقہ میں پہنچ گئی محمد خاں ترین نے نانگل کی مہم میں سردار ہری سنگھ کے ہاتھ دیکھے ہوئے تھے۔ اس لئے اس نے فی الفور سردار ہری سنگھ سے معاہدہ صلح کر لیا۔ اور دربار لاہور کی خدمت قبول کر لی۔ ہزارہ کے علاقہ کے خودسر باغی لوگ ہاتھ باندھے حاضر ہوئے۔ سابقہ لگان اور مالیہ کی رقم پیش کر دی گئی۔ اس موقعہ پر ہری سنگھ کو محمد خاں ترین نے کافی امداد دی اور علاقہ کے نظم و نسق میں ہاتھ بٹایا۔ جس کے صلہ میں ہری سنگھ نلوہ نے اس کی بیس ہزار روپے کی ضبط شدہ جائداد بحال کر دی۔

ہزارہ کی گورنری کے زمانہ میں سردار ہری سنگھ نے اس علاقہ میں خالصہ فوج کا دبدبہ قائم رکھنے کے لئے قریب ہی ہرکشن گڑھ کا قلعہ تعمیر کیا۔ جہیں اسلحہ جنگ سے آراستہ فوج رکھی گئی۔ اسکے علاوہ فوجی نقطہ نگاہ سے ہری پور نامی قصبہ کی بنا ڈالی جواب تک ہزارہ کے ضلع میں مشہور اور آباد شہر شمار کیا جاتا ہے۔

بہترین منتظم اور انصاف پسند

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دورِ حکومت سے پہلے مغلوں اور پٹھانوں کے زمانہ میں رعایا میں سخت بے اطمینانی بدنظمی اور خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ کمزوروں اور غریبوں پر طرح طرح کے ظلم نازل ہوتے تھے اور "جس کی لاٹھی اسی کی بھینس" کی مثال پر عمل ہوتا تھا۔ حاکم جس سے چاہتے روپیہ لوٹ لیتے۔ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ انصاف کی کہیں امید نہیں تھی۔ اگر کسی کی چوری ہو جاتی اور چور کا پتہ چل جاتا تو ملزم سے روپیہ لے کر اسے رہا کر دیا جاتا تھا۔ لوگ اپنے حکمرانوں سے نالاں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لاہور اور شیخوپورہ کے علاوہ کئی شہروں کے لوگوں نے رنجیت سنگھ کو خود حملہ کی دعوت دی تھی۔ ہزارہ کی گورنری کے زمانہ میں جب سارے علاقہ میں امن بحال ہو گیا۔ سردار ہری سنگھ کی انصاف پسندی اور دادرسی کی وجہ سے ہندو اور مسلمان رعایا خوشی کے دن گذار رہی تھی کہ اچانک مانسہرہ کے مقام پر خبر ملی کہ قصبہ ٹنگیاری سے بے ایمان اور ظالم لٹیرے چند ہندو عورتوں کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ اور وہ عورتیں ابھی تک زندہ ہیں۔ ہری سنگھ نلوہ کو اس قسم کی بدنظمی پر فطری طور پر طیش آگیا۔ آنکھیں جوش غضب سے لال ہو گئیں۔ معصوم عورتوں پر ظلم کسطرح برداشت ہو سکتا تھا۔ فی الفور تجویز سوچی۔ اسوقت پکھلی کے علاقہ کے باغی بال بچوں کے ہمراہ کثیر التعداد میں اگرور میں جمع تھے۔ سردار نے موقعہ کو غنیمت

جان کر راتوں رات پانچسو خالصہ سرداروں کے جتھا کو اگرور کے کوچ کا حکم دیا خفیف سی جنگ کے بعد قصبہ کے ارد گرد گھیرا ڈال لیا گیا۔ ایک ہزار عورتیں اور بچے اسی وقت گرفتار کر لئے۔ ان بچوں اور عورتوں کو پابند سلاسل شنکیاری پہنچایا اور ایک ایک ہندو عورت کے عوض میں دو دو قیدی دے کر اس نے تمام ہندو عورتوں کو رہا کروا لیا۔ رعایا کی جان میں جان آئی اور سارے علاقہ میں ہری سنگھ کا نام "بندی چھوڑ" مشہور ہو گیا۔

ہزارہ کی گورنری کے زمانہ میں سردار ہری سنگھ نے فوجی مصلحت کی بنا پر قلعہ بندیوں کے تعمیر کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ابھی اس کام سے فراغت نہیں ملی تھی کہ دربار لاہور سے نیا پروانہ ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ ڈیرہ جات کے علاقہ سے مالیہ کی وصولی نہیں ہو رہی۔ اسلئے فی الفور یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاوے سردار جانتا تھا کہ ہزارہ میں ابھی خود سر عنصر پایا جاتا ہے۔ مگر دربار لاہور کا حکم ٹالنا مشکل تھا۔ اسلئے ہری سنگھ نے اپنے فرزند گوردت سنگھ اور ہرسا سنگھ کالی کو نائب مقرر کر کے ہرکشن گڑھ کے قلعہ کی حفاظت ان کے سپرد کی اور خود ڈیرہ جات کی طرف کوچ بول دیا۔

نانگل کے سرغنہ محمد ترین خان کو اگرچہ بیس ہزار کی جاگیر سرکار سے مل چکی تھی مگر سر سے ہوائے خود سری نہیں نکلی تھی۔ سردار کے ہزارہ سے دور ہوتے ہی علم بغاوت بلند کر دیا گیا۔ گوردت سنگھ ابھی ناتجربہ کار اور کچی عمر کا تھا۔ مگر کم عقل ہرسا سنگھ بھی ناعاقبت اندیش نکلا۔ اس نے اس موقعہ پر خاموشی سے قلعہ میں بیٹھنا مفید خیال کیا۔ باغیوں نے یہ حالت دیکھی تو ان کے حوصلے بڑھنے لگ گئے سرکش اودھم مچاتے ہوئے قلعہ کے قریب آپہنچے۔ اور محاصرہ کی صورت بن گئی۔

مگر ہرسا سنگھ نے اسوقت اتنا ضرور کیا کہ قلعہ کے اندر مورچے بنا کر باغیوں کو اندر داخل نہ ہونے دیا۔ ورنہ ہزارہ کے زوال میں کوئی کسر باقی نہیں رہی تھی۔ باغی عنصر غایت درجہ سرکش تھا۔ فی الفور سردار کو ڈیرہ جات میں اطلاع روانہ کی گئی۔ ہری سنگھ نلوہ نے تمام حالات سے لاہور دربار کو فوراً آگاہ کیا۔ اگرچہ لاہور اور ہزارہ میں کافی دوری تھی۔ مگر اس کے باوجود دربار نے سردار بدھ سنگھ سندھوالیہ کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے ایک زبردست فوج دے کر روانہ کر دیا۔ سردار بدھ سنگھ نے دربار کے حکم کی تعمیل ضرور کی۔ مگر چونکہ اسکی سردار ہری سنگھ سے درباری رقابت تھی۔ اسلئے اس نے بہت کافی وقت راستہ میں ہی گذار دیا۔ بدھ سنگھ کی فوج بڑے آرام اور اطمینان سے سفر طے کر رہی تھی۔ دوسری طرف یہ حالت تھی کہ خالصہ فوج کے ہاتھوں سے چھوٹے چھوٹے قلعے نکلتے جا رہے تھے ملک میں بدنظمی اور آفت بپا تھی۔ خالصہ فوج کے چھوٹے چھوٹے دستوں کو باغی گھیرے میں لے کر تباہ کرتے جا رہے تھے۔ قصبہ شنکیاری میں جہاں ہندو لوگ آباد تھے اور بڑے مرفع الحال شمار کئے جاتے تھے۔ اس پر سرکشوں نے ہلہ بول دیا معصوم بچوں، عورتوں، اور بوڑھوں کو گرفتار کر کے نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ جن لوگوں نے روپیہ اور مال و دولت کو عزیز نہ سمجھا بلکہ باغیوں کو حسب الارشاد دھن دولت دے دی انہیں چھوڑ دیا گیا۔ جوان ہندو عورتوں کو نابکار باغی اٹھا کر لے گئے۔ ان کی عصمت کو محفوظ نہ رہنے دیا گیا۔ منت وزاری اور آہ و فریاد کا کیا اثر ہوتا۔ افسوسناک حالات کا جب ہری سنگھ کو پتہ چلا۔ تو وہ فوج کے ساتھ بجلی کی سی سرعت سے دوڑتا ہزارہ میں پہنچا۔ اسوقت باغیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے نواں شہر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا ہری سنگھ نے آتے ہی ہرسا سنگھ اور بدھ سنگھ کو امدادی کمک دے کر ہری کشن گڑھ

کے محصورین کی جان بچائی۔ تیس ہزار کے قریب باغی جمع ہو گئے تھے۔ دور نزدیک کے دیہاتی لوگ بھی جہاد کی دینی جنگ کے اعلان کی وجہ سے دشمن کی فوج میں شامل تھے۔ ہر فرد و بشر ہندوؤں اور سکھوں کا جان لیوا اور خون کا پیاسا تھا۔ اس وقت سرکشوں میں کچھ اس قسم کا حیرت انگیز جوش اور ولولہ دکھائی دیتا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ امید نظر نہیں آتی تھی کہ غریب الوطن خالصہ فوج کا کوئی سپاہی زندہ بھی بچے گا یا نہیں۔ ہرسا سنگھ اور بدھ سنگھ نے جب سردار کی آمد کی خبر سنی۔ تو کھیتوں کو آگ لگا دی۔ جنگل کے جنگل شعلہ زن آگ کی لپٹوں سے بھسم ہونے لگے یہ دیکھ کر باغی میدان چھوڑ گئے۔ دوڑتے بھاگتے سرکشوں میں سے کچھ لوگ ایک مسجد میں گھس گئے۔ خالصہ فوج تعاقب میں تھی۔ مسجد کے ارد گرد گھیرا ڈال دیا گیا۔ اور آگ لگا دی گئی۔ جس شخص نے بھی اس گھیرا سے نکلنے کی کوشش کی اسے تہ تیغ کر دیا گیا۔ اس غیر معمولی اور عبرت ناک بہادرانہ اقدام نے باغیوں اور غازیوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ چند دنوں میں ہی سارے علاقہ میں دربار لاہور کا دبدبہ اور رعب مسلط ہو گیا۔ اب کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ کسی سکھ سردار کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ اور کسی ہندو کو لوٹنے کی جرأت کرے۔

سربلند خاں کی بغاوت

ہزارہ کے علاقہ میں تنولی قوم کے لوگ عرصہ سے آباد چلے آتے تھے۔ ان لوگوں میں بھی بغاوت اور سرکشی کا عنصر غالب تھا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو مغل نسل سے بتاتے تھے جو دوراول سے کسی کے ماتحت نہیں رہے۔ ان کا سرغنہ سردار سربلند خاں تھا۔ جب اس کے زعم باطل میں سرکشی کے جذبات مشتعل ہونے لگے تو اس نے حفاظت خود اختیاری کے طور پر اپنے گاؤں شنکری کو خالی کر دیا اور دھاکہ دمنہ میں جا پہنچا۔ اس کے بعد اردگرد کے علاقہ میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا جب سردار ہری سنگھ نلوہ کو سربلند خاں کی بدنیتی کا پتہ چلا تو اس نے پہلے پہل جہاندیدہ اور امن پسند بزرگوں کو اسے سمجھانے کے لئے روانہ کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ امن پسند شہریوں پر ظلم ڈھانا بہادروں کا شیوہ نہیں ہوتا۔ اسلئے اس قسم کی حرکتوں سے باز آؤ۔ مگر سربلند نامعلوم کس دنیا کے خواب دیکھ رہا تھا۔ کسی طرح بھی سمجھانے کے باوجود ضد سے باز نہ آیا۔ سردار ہری سنگھ نے مجبور ہو کر سرکش کی سرکوبی پر کمر ہمت باندھی۔ سب سے پہلے اس کے آبائی گاؤں شنکری کو نذر آتش کر دیا۔ مگر اسکے باوجود سربلند باغیانہ حرکتوں سے باز نہ آیا۔ اس لئے فتنہ ہری کو مٹانے کی غرض سے دھاکہ دمنہ پر کوچ بول دیا گیا۔ سربلند خاں بھاگ نکلا۔ اس نے اپنے بیٹے میر محمد کو کثیر التعداد باغیوں کی فوج کے ساتھ مقابلہ

کے لئے تیار کیا۔ شیر محمد اچوک نشانہ مارنے والا تھا۔ اس نے مقابلہ میں آنے والے کئی سکھ سرداروں کو میدان میں رکھا۔ یہ دیکھ کر خالصہ فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ ہری سنگھ نلوہ کی فوج دشمن کی فوج سے مقدار میں بہت کم تھی۔ مگر ہری سنگھ نے کمال ہمت سے کام لیا۔ سردار نے اس موقعہ پر اپنی فوج کو للکار کر دشمن پر زبردست وار کرنے کی تحریک دی اور خود فوج کی کمان کرتا ہوا اگلی صفوں میں جا پہنچا۔ خالصہ فوج کی جان میں جان آئی۔ ہری سنگھ نے پیش قدمی کرتے ہوئے شیر محمد کے گرد حلقہ ڈال لیا۔ اور پہلے نشانہ میں ہی دشمن کو زمین پر چیت کر ڈالا۔ آن کی آن میں دشمن بدحواس ہو گیا۔ باغیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ سامان جنگ۔ اور ہزاروں زخمی میدان میں چھوڑ کر سرکش لوگ ایسے بھاگے کہ پیچھے دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ خالصہ فوج نے دشمن کا زبردست تعاقب کیا۔ شیر محمد کے ساتھی کوہستانی علاقہ کی طرف جان بچا کر نکل گئے۔ فتح و نصرت کے طور پر زبردست جشن منایا گیا۔ اس موقعہ پر شیر محمد خاں کا سر کاٹ کر ہری پور کے قلعہ کے دروازہ پر لٹکایا گیا۔ اور ایک ہفتہ تک اس کی نمائش کی گئی۔ دور و نزدیک کے لوگ عرصہ تک اسے دیکھنے کے لئے آتے رہے۔

شیر محمد خاں کے باپ سر بلند خاں نے جب اپنے بیٹے کے انجام کی خبر سنی تو وہ بھاگ کر موضع سری کوٹ میں محمد خاں کی پناہ میں جا پہنچا۔ آتش انتقام ابھی سلگ رہی تھی۔ سرکشی کے جذبات ذہن میں کارفرما تھے۔ اسلئے اس نے خالصہ فوج سے بدلہ لینے کے لئے تدبیریں سوچنے اور باغیوں کو دوبارہ اپنے جھنڈے کے نیچے لانے کا کام شروع کر دیا۔

ڈھاکہ گنڈ گڑھ کی جنگ آزمائی

محمد خاں اور سربلند خاں نے سری کوٹ کے قصبہ میں اکٹھے ہو کر بغاوت کی سکیم تیار کرنی شروع کر دی۔ سرکشی کی آگ سلگا دی گئی۔ سری کوٹ بڑے دشوار گذار مقام پر آباد تھا۔ موضع ڈھاکہ گنڈ گڑھ کے دامن میں آباد تھا۔ اسلئے جب تک اس موضع پر قبضہ نہ ہو جائے۔ سری کوٹ کا ہاتھ آنا آسان نہیں تھا اس دشوار گذار مقام پر سکھوں کے بہادر جرنیل دیوان رام دیال کو شہادت نصیب ہوئی تھی۔ جسکا ذکر قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ باغی لوگ پہلے سے زیادہ تعداد میں بڑے لاؤ لشکر سے جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ باغیوں کے سالار اوّل جرنیل محمد خاں اور سربلند خاں تھے۔ محمد خاں ترین نے اس سے پہلے بھی کافی شورش مچائی تھی۔ مگر ہری سنگھ نے اسے ہزارہ کے علاقہ کے لگان کی وصولی میں مدد کے سلسلہ میں معافی اور جاگیر واپس کر دی تھی۔ اس سرکش کے سر پر جب دوبارہ سودا اسوار ہوا تو اس نے زیادہ ہمت سے کام لیا۔ اس بار اس کے ساتھ سربلند خاں بھی شامل تھا۔ جس کے دل میں اپنے بیٹے شیر محمد کے انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔

ہری سنگھ نلوہ بڑا صمیم قلب اور مستقل مزاج سپہ سالار تھا۔ اس نے مشکلات سے لاپرواہ ہو کر باغیوں کی سرکوبی کا ارادہ کر لیا۔ برسات کا موسم

سر سے گذر گیا تھا۔ اسوج کا مہینہ آ پہنچا۔ سات ہزار پیادہ اور سوار فوج کو ایک سو زنبورک توپوں سے آراستہ کر کے سری کوٹ کے سر کرنے کے لئے مہم جاری کر دی۔ تیسرے روز ابھی آفتاب گوشہ مشرق سے سر بلند نہیں ہوا تھا کہ خالصہ فوج ڈھاکہ گنڈ گڑھ کے مقام پر جا پہنچی۔ اور خالصہ فوج کا پھریرا سر بلند ہو کر لہرانے لگا۔ ڈھاکہ کے قریب ہی موضع ناڑہ کا میدان پایا جاتا تھا۔ خالصہ فوج نے آگے بڑھتے ہی ناڑہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد دشمن کی فوج پر گولہ باری کی نوبت آئی۔ دشمن بلند گھاٹی کے قلعہ پر فوج لئے پڑا تھا۔ پہاڑ کی بلندی سے دشمنوں کے تیر آتے اور خالصہ فوج ان تیروں کا ترکی بہ ترکی جواب دیتی تھی۔ دشمن کے بلند مقام پر ہونے کی وجہ سے خالصہ فوج کے نشانے زیادہ تر خالی جاتے۔ سردار ہری سنگھ نے کئی بار ڈھاکہ پر چڑھنے کی کوشش کی مگر دشمن کے تیروں کی بوچھاڑ اور راستہ کے دشوار گذار ہونے کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ خالصہ فوج کو ہر بار سخت نقصان کے بعد پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ آفتاب کے طلوع ہوتے ہی جس لڑائی کی بنا پڑی تھی۔ شام کے پانچ بجے تک اسی رفتار سے جنگ جاری رہی۔ کوئی خاطر خواہ صورت نظر نہیں آتی تھی۔ افسر گھبرا اٹھے۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ موقع نازک ہے اور راستہ دشوار اسلئے لڑائی کو کل پر موقوف کر دیا جائے۔ لیکن اس حالت میں فوج کو واپس ڈیرہ تک لیجانا ہزیمت کی دلیل تھی۔ ہری سنگھ نلوہ نے مشورہ کی سخت مخالفت کی۔ وہ کسی حالت میں بھی کوئی ایسا قدم اٹھانے پر آمادہ نہیں تھا جس سے دشمن خالصہ فوج کی کمزوری کو بھانپ سکے۔ چنانچہ اس موقعہ پر انہوں نے فرمایا کہ اگر باغیوں کو رات بھر کا وقفہ مل گیا تو اردگرد کے علاقہ سے سرکش لوگ ان کے پاس کمک لے کر کافی تعداد میں مل جائیں گے۔ چنانچہ مصلحت کا یہی

تقاضا ہے کہ ایک لمحہ بھی رائیگاں نہ جانے دیا جائے۔ دشمن کو اسی وقت جا کر دبوچ لینا چاہیئے۔ ہری سنگھ نے فی الفور چمکتی ہوئی برق پاش تلوار میان سے نکالی۔ خالصہ بہادروں کے حوصلے بڑھاتا گرجتا گرجتا آگے ہولیا اسوقت ہری سنگھ کی زبان پر خالصہ فوج کے حوصلہ بڑھانے کے لئے یہ الفاظ تھے۔ جو بار بار پرزور لہجہ میں نکل رہے تھے۔

"بہادرو! موت نے کسی نہ کسی دن ضرور آنا ہے۔ لیکن بزدلی کی موت سے کیا حاصل ہے؟

سرخرو ہو کر مرو۔ دشمن کو جانے نہ دو۔ آؤ۔ آؤ۔ آگے بڑھو"

ہری سنگھ کی بہادر فوج جو میدان کارزار میں ہاتھ دکھا رہی تھی۔ اپنے بہادر جرنیل کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی مزید توقف کے بعد دشمن کی طرف بڑھنے لگی۔ گولیوں۔ تیروں، اور پتھروں کی بوچھاڑ اور طوفانی حملوں سے لاپرواہ ہو کر مردانہ وار خالصہ بڑھتے جا رہے تھے۔ ہری سنگھ آگے آگے تھا اس کے ساتھ بہادر سکھ جرنیل مہاں سنگھ تھے۔ علاوہ ازیں چند جانفروش سپاہی بھی تھے پیش قدمی کرنیوالے سورماؤں کی تیز رفتاری کی وجہ سے باقی فوج بہت پیچھے رہ گئی۔ دشمن نے دور ہی سے دیکھ لیا کہ ہری سنگھ اکیلا چند ساتھیوں کے ہمراہ بڑھتا آ رہا ہے۔ شام ہونے کو آ رہی تھی۔ تاریکی موت کی طرح منہ پھاڑے بڑھتی جاتی تھی۔ موقعہ غنیمت جان کر دشمن نے ہری سنگھ کو نرغہ میں لے لیا۔ حالت سخت نازک ہو گئی۔ ہری سنگھ کو اب جا کر اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ مگر اس میں بلا کی ہمت اور حوصلہ پایا جاتا تھا۔ استقلال کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ کئی بار ایسے واقعات پیش آتے تھے۔ مگر اس وقت معاملہ بڑا جان جوکھم کا تھا۔ مگر وہ گھبرایا نہیں۔ مقابلہ پر ڈٹ کر لڑتا رہا۔ لڑتے لڑتے چند

ہمراہیوں کے ساتھ ایک مکان میں جا داخل ہوا۔ باغیوں کو سنہری موقعہ مل گیا۔ دشمن گرجتا برستا مکان کا محاصرہ کرنے لگ گیا۔ شور بپا ہو گیا کہ ہری سنگھ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے خالصہ فوج کے لئے اب بڑا نازک وقت آگیا تھا ہری سنگھ کی موت کی خبر نے دل توڑ ڈالے۔ مگر تاریک رات میں بھی خالصہ فوج ڈٹ کر لڑتی رہی۔ زندگی اور موت کے درمیانی وقفہ میں دشمن کے ہاتھ آنے کی بجائے جام شہادت نوش کر لینا غنیمت سمجھا گیا۔ تاریکی کا عالم تھا۔ دشمن بلند گھاٹی سے مسلسل تیر برسا رہا تھا۔ کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ دوسری طرف باغی ہری سنگھ کے مکان کو محصور کر کے سوراخ کر کے گولیاں چلانے لگ گئے۔ ہری سنگھ نے سوچا کہ اگر اس حالت میں باغیوں نے مکان کو آگ لگا دی تو زندہ جل جائیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ ایک ایک کر کے نکل جائیں۔ اگر میدان میں مارے گئے تو کسی حد تک دشمن کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر مکان میں محصور رہنے سے دشمن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اسوقت باہر نکلنا سخت مشکل تھا۔ دروازہ پہ لاتعداد باغی اسلحہ جنگ سے آراستہ بھرے ہوئے آمادہ پیکار تھے۔ مکان میں اب صرف تین آدمی ہری سنگھ میہاں سنگھ اور اس کا بھائی کشن سنگھ زندہ رہ گئے تھے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ سب سے پہلے ایک آدمی باہر نکلے۔ جب باغی اس پہ ٹوٹنے کی کوشش کریں تو دوسرے دو آدمی نکل جائیں۔ مشورہ کے مطابق سب سے پہلے کشن سنگھ مکان سے باہر نکلا۔ باغی اسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ اس بہادر سورما نے کئی دشمنوں کو میدان میں موت کی نیند سلایا۔ اور اس کے بعد زخموں سے لاچار ہو کر جام شہادت نوش کر گیا موقعہ کو مناسب دیکھ کر باقی دونوں بہادر بھی فوراً اچک کر باہر آگئے۔ دشمن ان پہ بھی پل پڑا۔ وار پہ وار ہونے لگے۔ مرد جنگ کے ان دونوں بہادروں

نے ایک دوسرے کی پیٹھ سے پیٹھ ملالی۔ باغیوں کو دائیں بائیں فنا کے گھاٹ اتارنے لگے۔۔ دشمن کا جو شخص بھی سامنے آتا زندہ نہیں بچپا تھا۔ مگر ٹڈی دل دشمن کے سامنے دو جوان بساط ہی کیا رکھتے تھے۔ زخموں کی تاب نہ لاکر دونوں بہادر چوڑ چوڑ ہو کر گر پڑے۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ تاریکی کے غلبہ نے عزت بچالی۔ دشمن کو ہجوم کی کثرت کی وجہ سے کچھ پتہ نہ چلا۔ میہاں سنگھ کے زخم اتنے شدید نہیں تھے۔ اس لیئے وہ گرتا پڑتا کسی نہ کسی طرح کھسک کر اپنے کیمپ کی طرف جا پہنچا۔ سردار ہری سنگھ نلوہ کو زخموں نے نڈھال کر دیا تھا۔ اس کی جان ایک اور طریقہ سے بچی وہ ایسی جگہ جا گرا جہاں نیچے غار تھی۔ لڑھکتے لڑھکتے ایسی جگہ جا پہنچا جہاں زخمیوں سے میدان اٹا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی غالب تھی۔ دشمن نے لاش کی تلاش کی کافی کوشش کی۔ کوئی پتہ نہ چلا۔ باغیوں کو یہ یقین ہو گیا کہ ہری سنگھ مر گیا ہے سردار ہری سنگھ اگرچہ دشمن کی فوج سے تھوڑے فاصلہ پر ہی زخمی پڑا تھا۔ اس میں چلنے پھرنے اور اٹھ کر کھڑے ہونے کی ہمت نہیں تھی۔ مگر وہ دشمن کا شور و شر اور چیخ و پکار سن رہا تھا۔ پاس ہی اس کے جوان بھاگتے جا رہے تھے۔ مگر اس خیال سے کہ کہیں دشمن کو پتہ نہ چل جائے وہ زبان کو حرکت میں لانا نہیں چاہتا تھا نہایت خاموشی سے لیٹے رہا۔ تھوڑی دیر اور گذر گئی۔ مسبب الاسباب نے بچاؤ کا نیا سامان پیدا کر دیا۔ اچانک خالصہ فوج کے ایک سپاہی کا پاس سے گذر ہوا۔ سردار نے اسے پہچان لیا۔ اور جاتے جاتے سپاہی کا دامن پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر وہ سپاہی سخت متاثف ہوا۔ مگر سردار نے بڑے پر حوصلہ ڈھنگ سے نہایت آہستگی سے اسے کہا "خوف مت کھاؤ۔ میں ہی ہری سنگھ ہوں"۔ خالصہ۔۔ فوج کا ہر ایک سپاہی ہری سنگھ پر جان دیتا تھا۔ یہ سن کر سپاہی کی مسرت کی حد نہ رہی۔ اس نے اپنے پیارے

زخمی سردار کو فی الفور کندھے پر اٹھا لیا۔ اور وہاں جا پہنچایا جہاں سردار میہاں سنگھ پہنچ گئے تھے۔ میہاں سنگھ نے ہری سنگھ کو گھوڑے پر بٹھایا مگر چونکہ زخم بہت زیادہ تھے اور گھوڑے کی سواری کی سکت نہیں رہی تھی۔ اسلئے قریب ہی کھیت سے چارپائی لے کر اس پر سردار ہری سنگھ کو لٹایا گیا۔ رات کی تاریکی میں جانبازوں کے دستہ کی تحویل میں زخمی سردار کو ہری کشن گڑھ کے قلعہ میں پہنچایا گیا۔ کیونکہ اس سے نزدیک کوئی ایسا مقام نہیں تھا۔ جس جگہ ہری سنگھ کی تیمارداری کا انتظام ہوتا۔

دشمن سخت انتقام پر آمادہ تھا۔ ہری سنگھ کی لاش کی تلاش کے لئے سرگرم کوشش کی گئی۔ میدان جنگ کو چھان مارا گیا۔ لاشیں الٹ پلٹ کر دیکھی گئیں مگر ہری سنگھ کی لاش نہ مل سکی۔ آخر کار بڑی سرگرم جستجو کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے ایک سپاہی کی لاش دستیاب ہوئی۔ یہ لاش ہری سنگھ نلوہ کی شکل سے ملتی جلتی تھی۔ دشمنوں نے لاش کا سر کاٹ لیا۔ اور باجوں کو یہ کہہ کر یقین دلایا کہ ہری سنگھ نلوہ کی لاش مل گئی ہے۔ یہ اسی کا سر ہے اور اس کی سارے علاقہ میں تشہیر کی جائے گی۔

سردار ہری سنگھ نلوہ کے زخمی ہو کر قلعہ کشن گڑھ میں پہنچتے پہنچتے خالصہ فوج کی حالت سخت ابتر ہو گئی۔ ہر طرف مایوسی اور خوف غالب تھا۔ کامیابی کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔ فوج پر سخت آفت پڑی تھی۔ اس حالت میں زخمی سردار کی مرہم پٹی کے علاوہ خالصہ فوج کے کئی سربرآوردہ جرنیلوں کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔ مفسدوں نے ہری سنگھ کی موت کی خبر بجلی کی طرح سارے علاقہ میں پہنچا دی تھی۔ اگرچہ سکھ اس خبر کی تردید کرتے تھے۔ مگر ان کی کون سنتا

تھا۔ لوگ اب یہ سمجھنے لگ گئے تھے۔ کہ اب خالصہ فوج کے قدم اکھڑ جائیں گے۔ اور پنجابیوں کو واپس لوٹ کر منہ کی کھانی پڑے گی۔ حکمت عملی کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ سرکشوں اور باغیوں کے جھنڈ کے جھنڈ پھر رہے تھے جہاں بھی کوئی اکا دکا سکھ نظر آتا چشم زدن میں گولی کا نشانہ بنا دیا جاتا۔ زندگی وبال جان تھی۔ اس زمانہ میں دربار لاہور تک فی الفور خبر پہنچانے اور کمک منگوانے کے لئے آج کل کی طرح کے رسل و رسائل کا سلسلہ نہیں تھا۔ ریل نہیں ڈاک نہیں۔ تار برقی نہیں۔ جلدی کرتے کرتے مہینے گذر جاتے تھے۔ دربار کو جس وقت حالات کا پتہ چلا تو اسی وقت تازہ دم فوج روانہ کی گئی۔ مگر فوج نے پیدل راستہ طے کرنا تھا۔ سینکڑوں میل کی دوری تھی۔ دوسری طرف فوج کے بروقت نہ پہنچنے سے بدامنی اور بغاوت دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ سردار ہری سنگھ زخمی بیمار اور لاچار بستر پر دراز تھے۔ انہیں دشمن کی ایک ایک حرکت سے آگاہ کیا جاتا تھا۔ لیکن بستر علالت پر دراز شیر کیا کر سکتا تھا دنوں میں اچھا ہونے والا معاملہ نہیں تھا۔ مگر اس کے باوجود سردار کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ ایک رات چند دلاور اور چیدہ سپاہیوں کو لے کر باغیوں کے ہیڈ کوارٹر پکھڑ آبر شبخون مارنے کی تیاری کی گئی۔ یہ پروگرام بڑی احتیاط سے عمل کیا گیا۔ باغیوں کا خیال تھا کہ دشمن میں مقابلہ کی ہمت نہیں۔ اس لئے وہ آرام کی نیند میں مست تھا۔ چنانچہ ایک رات آرام کی حالت میں ہی پکھڑا گاؤں کا محاصرہ کر لیا گیا۔ محاصرہ کے فوراً بعد گاؤں کو چاروں طرف سے آگ لگا دی گئی۔ اس حالت میں اگر کسی دشمن نے بھاگنے کی جسارت بھی کی تو اسے وہاں ہی ختم کر دیا گیا۔ ایک شخص بھی محاصرہ سے بچ کر باہر نہ آسکا۔ آگ کے شعلے سربلند ہو کر چاروں طرف پھیل گئے۔ ایک ہی رات میں سارا گاؤں

فنا کے گھاٹ اتر گیا۔ تمام باغی سرغنوں کا خاتمہ ہو گیا۔ ایک آدمی بھی نہ بچا۔
جب بجیرا کے زوال کا قرب و جوار کے لوگوں کو پتہ چلا تو سب لوگ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ہری سنگھ زندہ ہے۔ علاقہ میں فی الفور امن و امان ہو گیا۔ بغاوت کے سیلاب کو جوش زن کرنے والے ہی نہ رہے۔ اس لئے اب سرکشی اور دشمن کے حملہ کا احتمال ہی کہاں تھا۔

جہانگیرہ کا زوال

یار محمد خاں میر دوست محمد خاں بارک زئی کا بھائی تھا۔ پشاور کی حکومت اسی کے سپرد تھی۔ اس نے کابل سے اپنا تعلق منقطع کر کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پناہ لے لی تھی۔ محمد اعظم خاں والئے کابل کو اس کی یہ حرکت سخت ناگوار معلوم ہوئی۔ اس لئے دربار کابل نے پشاور پر کوچ بول دیا۔ اور ۲۷ جنوری ۱۸۲۱ء کو سکھوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو یہ کہہ کر مشتعل کیا گیا کہ کافر سکھوں نے مسلمانوں کا علاقہ دبا لیا ہے اور مزید علاقہ پر ہاتھ صاف کرتے چلے آتے ہیں۔ اسلئے دینی لڑائی میں ہر ایک مسلمان کو شریک ہو کر اپنا مذہبی فرض ادا کرنا چاہیئے۔ اور ہر مومن کو دینی جنگ میں شامل ہو کر ثواب حاصل کرنا چاہیئے۔ قبائلی اور سرحدی علاقہ میں دینی جہاد کی تیاریوں کے لئے سادہ لوح لوگوں کو پر جوش کیا گیا۔ بے شمار مسلمان روزینے اور تنخواہ کے بغیر ہی افغانی فوج میں شامل ہونے لگ گئے۔ ان حالات کا جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پتہ چلا۔ انہوں نے کثیر التعداد فوج شہزادہ شیر سنگھ اور مصر دیوان چند کی زیر کمان فتح پشاور کے لئے روانہ کر دی۔ اور اعلان کر دیا کہ ہر قیمت پر خالصہ فوج اس فتنہ کو فرد کرے گی۔ لاہور سے بڑے لاؤ لشکر اور گولہ بارود کی تیاریوں کے ساتھ فوج کو مہم سر کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ ہوا کی تیزی سے

خالصہ فوج کے طوفانی دستے اٹک کے پار جا پہنچے۔ دریا عبور کر دیا گیا۔ اور قلعہ جہانگیرہ کا محاصرہ ہو گیا۔

جہانگیرہ پر اعظم خاں کا قبضہ تھا۔ علاقہ میں بڑی بھاری تعداد میں غازی لشکر جہاد میں مست ہو کر جمع ہوئے۔ کئی دن تک گھیرا پڑا رہا۔ مگر قلعہ فتح نہیں ہوتا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایک ایک گھنٹہ بعد میدان جنگ کی پوزیشن کی خبر دی جاتی تھی۔ لیکن جب وقت محاصرہ کی طوالت نظر آئی تو انہوں نے ایک اشد ضروری فرمان جاری کر کے ہری سنگھ نلوہ کو بلایا۔ ہری سنگھ تازہ دم کمک لے کر محاصرین کی امداد پر روانہ ہو گیا۔ جہانگیرہ کی قلعہ بندیوں سے ہری سنگھ پہلے ہی واقف تھا۔ اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے جاتی بار وعدہ کیا۔ کہ اگر واہگورو کی مرضی شامل حال رہی تو ایک دن میں ہی قلعہ پر خالصہ فوج کا پرچم لہرا دیا جائے گا۔ مہاراجہ صاحب نے تسلی اور شاباش دے کر الوداع کہی۔ ہری سنگھ کے ساتھ دیوان کرپا رام کنجاہی بھی تھے۔ دونوں سردار فوراً محاصرین کی امداد پر پہنچ گئے۔ اور اسی وقت فوج کی کمان پر کمر بستہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر خالصہ فوج میں زبردست جرأت بڑھ گئی۔ توپوں کے رخ عین نشانہ کی زد میں رکھے گئے۔ جہاں پوری کامیابی کی امید تھی۔ ہری سنگھ نے اس کے بعد فی الفور پورے زور سے گولہ باری کا حکم دے دیا۔ تھوڑی دیر میں ہی قلعہ میں شگاف ہو گیا۔ راستہ کھلا نظر آنے لگا۔ ہری سنگھ نے کامیابی اور مسرت سے نعرہ لگایا اور خالصہ فوج کے دل دونے کرتا ہوا۔ آگے بڑھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ سامنے سے آ رہی تھی۔ مگر اس شیر نر کو روکنے کی ہمت ہی کس کو تھی۔ اسی حالت میں ہری سنگھ قلعہ کی دیوار پر اچھل کر چڑھ گیا۔ اتنے میں دیوان کرپا رام وغیرہ دوسرے لوگ بھی قلعہ میں جا پہنچے۔ قلعہ والوں سے خوب ڈٹ کر مقابلہ ہوا۔ کئی منچلے سکھ بہادری

سے دشمنوں کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کرنے لگے۔ لیکن جب دشمن کو پتہ چلا کہ حملہ آور فوج کی کمان ہری سنگھ کے ہاتھ میں ہے تو خوف کے مارے دشمن کے ہوش گم ہو گئے۔ پٹھان قلعہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ سکھوں نے قابض ہو کر خالصہ پرچم ہوا میں سر بلند کر دیئے۔ ہری سنگھ نے مہم پر روانہ ہوتے وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ سے جو وعدہ کیا تھا۔ اسے واہگورو نے پورا کر دکھایا۔

ترگئی پہاڑی کی لڑائی

سرحدی علاقہ کی لڑائیوں میں یہ لڑائی بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے خود اس فوج کی کمان کی تھی۔ دشمن کی طرف سے محمد اعظم خاں بارک زئی سپہ سالار تھا۔ خالصہ فوج کی کمان بے شک مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔ مگر حقیقی طور پر سردار پھولا سنگھ اکالی اور سردار ہری سنگھ نے ہی میمنہ میسرہ اور قلب کو سنبھالے رکھا۔ اور فتح کا سہرا بھی ان دونوں سرداروں کے سر رہا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ جس وقت اٹک کے مقام پر پہنچے اس وقت جہانگیرہ کا قلعہ فتح ہو چکا تھا۔ جشن فتح منایا گیا۔ اس موقعہ پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار ہری سنگھ نلوہ کی کامیابیوں کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "خالصہ پنتھ میں ہری سنگھ کا ثانی ہونا مشکل ہے" اس کے بعد اگلی صبح کو دریائے سندھ کو پایاب عبور کیا گیا۔ جہانگیرہ کے قلعہ کے قریب پہنچ کر شاہی پڑاؤ ڈالا گیا۔ اگرچہ جہانگیرہ کے قلعہ پر خالصہ فوج قابض ہو گئی تھی۔ مگر انتقام کی آگ سے آپے سے باہر ہوئے پٹھان چیلوں کی طرح ارد گرد منڈلا رہے تھے جو غضب سے بے قابو یہ لوگ ترگئی کی پہاڑی پر جمع ہونے شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں ہی بیس ہزار کی تعداد میں دشمن کی فوج پہنچ گئی۔ ترگئی کو ٹھریں کی گھاٹی بھی کہتے ہیں۔ یہاں ہی دشمن نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا۔ علاقہ بھر میں کورچہ بندی

اور جنگ آزمائی کے لئے اس سے بہتر اور کوئی مقام نہیں تھا۔ دوسری طرف دریا کی کشتیوں پر سکھوں کا قبضہ ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود خبر ملی کہ آج رات محمد اعظم خاں دریا عبور کر کے قلعہ پر پہنچ جائے گا۔ اس وقت قلعہ کو فتح کرنا آسان نہیں ہو گا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۴ چیت ۱۸۸۰ سمت کو خالصہ فوج کی تیاریاں مکمل کر لیں۔ کوئی خامی باقی نہ رہی۔ لڑائی کا حکم جاری ہو گیا۔ مشہور انگریزی جرنیل ونتورہ کو مہاراجہ نے دو توپیں اور آٹھ پلٹنیں دیکر محمد اعظم خاں کا راستہ روکنے کے لئے مقرر کر دیا۔ اس کے علاوہ زبردست فوجی دستہ سردار ہری سنگھ نلوہ کو دے کر گھاٹی کے دائیں طرف نہایت تیزی سے پیش قدمی کر کے راستہ بند کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ چنانچہ اگر ضرورت پیش آئے تو اس راستے سے دشمن پر حملہ بھی کر دیا جائے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس موقعہ پر اپنے شاہی ہاتھی پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ جوش غضب سے بے نیام تلوار سونت کر مہاراجہ بڑے غضب ناک معلوم ہوتے تھے۔ خالصہ فوج کے دل بلیوں اچھلنے لگے۔ پھولا سنگھ اکالی اور گرمکھ سنگھ کی فوج طوفانی رفتار سے آگے بڑھنے لگی۔ راستہ بڑا بے ڈھب تھا۔ ایک طرف نیچے سے خالصہ فوج بڑھ رہی تھی دوسری طرف پہاڑ کی بلندی سے دشمن تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کر رہا تھا کافی دیر تک پیشقدمی کے لئے کشمکش ہوتی رہی۔ مگر کامیابی نظر نہیں آتی تھی۔ پھولا سنگھ اس معرکہ میں سخت زخمی ہو گیا۔ لاچار گھائل سردار کو واپس لایا گیا۔ اس کے بعد میہاں سنگھ اور مہائے سنگھ نے بڑی مردانگی اور جرأت سے پیش قدمی کے لئے قدم بڑھائے۔ پامردی سے مقابلہ کرتے کرتے یہ بہادر سردار جام شہادت نوش کر گئے۔ خالصہ فوج یہ حالت دیکھ کر دل توڑ بیٹھی۔ بہادروں کے حوصلے پست ہو گئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب یہ حالت دیکھی۔ تو

سختی سے فوج کی ہمت بڑھانے لگے ۔ اس معرکہ میں قدرتی طور پر پٹھانوں کا مورچہ ہی ایسے مقام پر تھا ۔ جو خالصہ فوج کی زد میں نہیں آتا تھا ۔ پٹھانوں نے خوب ہاتھ دکھائے ۔ کسی کی آگے بڑھنے کی ہمت نہیں تھی ۔ اور اگر کوئی بہادر اپنی ہمت کے بل بوتے پیش قدمی کی جرأت بھی کرتا تو نشانہ اجل بن جاتا تھا ۔

خالصہ فوج پر سخت مشکل آبنی ۔ ایسا موقعہ پہلے کبھی پیش ہی نہیں آیا تھا ۔ لاچاری اور مایوسی کے عالم میں سردار ہری سنگھ نلوہ کو بلایا گیا ۔ اور اسے حالات سے آگاہ کیا گیا ۔ سردار ہری سنگھ نے اپنے مورچہ سے ہی ہلہ بول دیا ۔ لیکن اسطرف راستہ زیادہ تنگ اور دشوار تھا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی توجہ دو طرف بٹ گئی ۔ ابھی کامیابی بڑی دور کی بات تھی ۔ پھولا سنگھ اکالی زخمی ہو کر میدان چھوڑ کر آرام کے لئے قیام گاہ پر نہیں گیا تھا ۔ بلکہ ہاتھی کی اماری پر بیٹھ کر جنگ کا معرکہ دیکھتا رہا ۔ اس نے بھی یہ دیکھ کر محسوس کیا کہ خالصہ فوج کے دم خم باقی نہیں رہے ۔ اگر اس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ خود میدان کارزار میں فوج کا حوصلہ نہ بڑھاتے تو خالصہ فوج کی شکست لازمی تھی ۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بدنامی کا ایسا داغ لگتا جو باوجود ہزار کوشش کے بھی مٹ نہ سکتا ۔ نازک حالت کو دیکھ کر زخمی پھولا سنگھ غضب ناک ہو گیا ۔ اپنی فوج کے پندرہ سو اکالیوں کی جمعیت لے کر ساون کی کالی گھٹا کی طرح سرعت سے بڑھتا ۔ آگ برساتا ہوا پہاڑی کی طرف بڑھنے لگ گیا ۔ اس دن اس کے ہاتھی کی رفتار اتنی تیز تھی جس کو دیکھ کر پست دل خالصہ فوج کے بھی حوصلے بندھ گئے ۔ ہاتھی جسطرف بڑھتا تھا ۔ فوج ہٹتی جاتی تھی ۔ لیکن پھولا سنگھ کو کوئی پرواہ نہیں ۔ وہ برابر پیش قدمی کرتا جا رہا تھا ۔ اسی حالت میں اس کی ایک ٹانگ پر سخت ضرب لگی ۔ فیلبان اور ہاتھی زخمی ہو گیا ۔ فیلبان بھی چاہتا تھا واپس چلا جاؤں ۔ کسی طرح ہاتھی بھی بچ جائے ۔ اور میری جان بھی بچ

جائے۔ مگر بھیولا سنگھ نے اسے واپس ہونے سے منع کر دیا۔ تیزی سے آگے بڑھنے کے لئے حکم دیا۔ فیلبان کو سامنے موت دکھائی دے رہی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے سردار کے حکم کی تعمیل سے گریز کیا۔ یہ دیکھ کر بھیولا سنگھ سخت غضبناک ہو گیا۔ اس نے فی الفور تلوار سونت کر اس کی گردن قلم کر ڈالی۔ اور ہاتھی کو ہانکتا ہوا خود آگے بڑھنے لگا۔ پہاڑ کی چوٹی سامنے تھی۔ فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا دشمن تیروں اور گولیوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ بہادر جرنیل کا جسم تیروں سے چھلنی ہو رہا تھا۔ مگر وہ فتح و نصرت کی دھن میں متواتر پیش قدمی کرتا چلا گیا۔ صد حیف اسے یہ خوشی اپنی زندگی میں دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ اچانک دشمن کی فوج سے سنسناتی ہوئی گولی آئی اور پیشانی سے پار ہو گئی۔ بھیولا سنگھ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مگر اس کے باوجود خالصہ فوج کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ جس ہاتھی پر بھیولا سنگھ کی لاش تھی اسے دھکیلتے ہوئے اکالی آگے بڑھتے چلے گئے۔ مرتے مارتے پہاڑ کی بلند چوٹی پر جا پہنچے۔ جتنے اکالی پہاڑ کی بلندی پر پہنچے تھے وہ اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے۔ مگر ان کے ساتھ امدادی فوج بڑھتی چلی آتی تھی۔ فاصلہ بالکل کم تھا۔ آخر کار کالے اکالیوں کی جانبازی اور وطن پرستی کے جذبہ کو دیکھ کر پٹھان ششدر رہ گئے۔ ہوش گم ہو گئے۔ پاؤں اکھڑ گئے۔ جب یہ پتہ چلا کہ گھاٹی پر پہنچنے والے سپاہیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ مٹھی بھر لوگ ہی یہاں پہنچے ہیں۔ باقی فوج ابھی دور ہے۔ تو انہوں نے ہوش میں آکر اوسان درست کر تلواریں کھینچ لیں۔ چاروں طرف سے خالصہ سپاہیوں پر حملہ کر دیا گیا۔ اکالی بھی جرأت میں کم نہیں تھے۔ تلوار کے دھنی تسلیم کئے جاتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بھی سنبھل کر خوب اچھے ہاتھ دکھائے کثیر التعداد فوج مقابلہ پر تھی۔ ان کے سامنے چند آدمیوں کی کیا چل سکتی تھی۔ پٹھانوں نے خالصہ سپاہیوں کے دستہ کو گھیرے میں لے لیا۔ دوسری طرف

سردار ہری سنگھ نلوہ حملہ کر رہا تھا۔ جب اسے دور سے پتہ چلا کہ سکھ گھیرے میں آ گئے ہیں اسی حالت میں ہری سنگھ نلوہ نے چیدہ سپاہیوں کو لے کر اسطرف رخ کیا دشمن سپاہیوں کو گھیر رہا تھا۔ دوسری طرف سے طوفان بلند کرتا ہوا ہری سنگھ اکیلا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں اکالیوں کو محاصرہ میں لینے کی کوشش ہو رہی تھی۔ پٹھانوں نے آگے بڑھ کر راستہ روکنے کی کوشش کی اور لپک کر سختی سے مقابلہ کیا۔ لیکن ہری سنگھ نلوہ نے موقعہ کو غنیمت جان کر خود ہی حملہ کیا۔ اس نے ایک نہایت دلچسپ ترکیب سے کام لیا۔ اشرفیوں کی بھری ہوئی تھیلی پاس تھی۔ وقت پر آڑے آئی۔ ہری سنگھ نے مٹھی بھر بھر کر اشرفیاں اپنے ارد گرد اڑانی شروع کر دیں لالچی پٹھان دوڑتے ہوئے اشرفیاں لوٹنے کے لئے اسطرف دوڑے آئے محاصرہ کی ترتیب درہم برہم ہو گئی۔ ہری سنگھ اکالی سپاہیوں کے دستہ میں جا شامل ہوا۔ پھولا سنگھ کی نعش بیچ میں تھی۔ سکھوں میں عجیب و غریب جوش نظر آ رہا تھا۔ بھوکے شیر کی طرح چاروں طرف غازیوں کی فوج کے پرخچے لگ رہے تھے۔ گویا اسی ڈھنگ سے بہادر پھولا سنگھ کا ماتم منایا جا رہا ہے۔ فریقین کی تلواروں کی کڑک اور چمک بڑے بڑے دل گردہ کے جوانوں کا پتہ پانی پانی کر رہی تھی۔ سینکڑوں دلاور اور پرشباب نوجوان خاک و خون میں لوٹتے نظر آتے تھے۔ بے شمار زخمی تڑپ تڑپ کر جانیں دے رہے تھے۔ لاشوں سے میدان میں تل دھرنے کی جگہ نہیں رہی تھی۔ دونوں طرف کے بہادر خوب مردانگی دکھا رہے تھے۔ جنگ نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ بہادری اور پامردی سے لڑنے والے خوب مزہ لے رہے تھے۔ پٹھانوں نے جب سنا کہ سکھوں کی فوج کو کمک آ پہنچی ہے تو وہ گھبرا اٹھے۔ میدان چھوڑ کر بھاگنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سردار ہری سنگھ نلوہ نے ایک جبری دستہ کو لیکر بھگوڑوں کا تعاقب

شروع کر دیا۔ غاروں اور پتھروں کی اوٹ میں چھپے ہوئے دشمنوں کو چن چن کر نکالا اور قتل کیا گیا۔ پٹھانوں کو جنم بھومی میں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ گھاٹی کے تمام راستوں پر خالصہ فوج راستہ روکے کھڑی تھی۔ دوسری طرف جنرل ونتورہ محمد اعظم خاں کے ساتھ گولہ باری کی جنگ میں مصروف تھا۔ ادھر بھی بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ محمد اعظم خاں اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح پیش قدمی کر لی جائے۔ مگر خالصہ فوج نے اسکی یہ مراد پوری نہ ہونے دی۔ سپاہیوں کی چند کشتیاں اسنے غازیوں کی مدد کیلئے روانہ کیں۔ مگر انہیں بھی خالصہ فوج کی گولہ باری کی وجہ سے غرق آب ہونا پڑا۔ توپوں کے گولوں نے راستہ بند کر دیا۔ جب محمد اعظم خاں نے اپنی کشتیوں کے پرخچے اڑتے دیکھے اور غازیوں کی درگت بنتی نظر آئی تو اسے بھی ہزیمت یاب ہونیکے علاوہ اور کوئی چارہ نہ پایا۔ بدحواس ہو کر کشتی کی طرف بھاگ گیا۔ خالصہ فوج کیلئے فتح کا دروازہ کھل گیا۔ بیشمار مال۔ ہزارہا خیمے اور افغانی توپخانہ ہاتھ آیا۔ اگرچہ اس معرکہ میں خالصہ فوج نے زبردست فتح حاصل کی مگر سخت مہنگی فتح تھی دو ہزار کے قریب چیدہ سکھ سردار کام آئے۔ پھولا سنگھ اکالی جسنے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ابتدائی فتوحات میں کافی حصہ لیا تھا۔ ہمیشہ کیلئے راہ بقا اختیار کر گیا۔ افغانی فوج بھی کافی خسارہ میں رہی۔ میدان کارزار میں جسوقت لاشوں کا شمار کیا گیا۔ تو تین ہزار پٹھانوں کی لاشیں دستیاب ہوئیں۔ اسکے علاوہ تعاقب کے وقت جو لوگ کام آئے۔ انکا شمار الگ تھا۔ محمد اعظم خاں جن بہادر پٹھانوں کی امید پر برسر جنگ ہوا تھا۔ انمیں سے کوئی بھی زندہ باقی نہ رہا۔ صاحب تاریخ پشاور نے لکھا ہے کہ اس زبردست ندامت کی وجہ سے محمد اعظم خاں سخت نادم تھا۔ اسلئے جب وہ کابل پہنچا تو اس نے وہاں پہنچتے ہی زہر نوش کر لی۔ اور ہمیشہ کے لئے دار فانی سے اٹھ گیا۔

محمد خاں ترین اور اس کے رفیقوں کا انجام

محمد خاں ترین کی فریبیوں اور عیاریوں کی داستان بڑی طویل ہے - یہ شخص نہایت فتنہ پرداز اور عیار تھا - مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جب محمد اعظم بارک زئی کے خلاف خود میدان جنگ میں آکر ترگئی کی گھاٹی پر مورچہ لگایا - اس وقت تانگل ضلع ہزارہ سے شاہی سواری گذری - علاقہ کے ہندو مسلمان مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور اس شرارت پسند سرغنہ کی سرکوبی کے لئے مستدعی ہوئے - مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس خیال سے کہ کہیں جنگ کے وقت یہ شخص ہزارہ کے علاقہ میں بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائے - محمد خاں کو سردار ہری سنگھ نلوہ کے حوالے کر دیا اور اس کی نظر بندی کی نوبت آئی - بعد کو جب پشاور کی مہم سر ہو گئی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ واپس لاہور روانہ ہوئے تو ایک لاکھ روپیہ کے عوض میں محمد خاں ترین کو سردار ہری سنگھ کے سپرد کرنے کا فیصلہ ہو گیا - مگر سردار ہری سنگھ نے اس فیصلہ سے اختلاف کیا - آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ محمد خاں کو مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب لاہور ساتھ لے جائیں - چنانچہ اس کے بعد جب دسہرہ کے موقعہ پر لاہور میں شاہی دربار منعقد ہوا - اس وقت سردار ہری سنگھ کو پنڈ دادنخاں اور راولپنڈی کے علاقہ کی مالگذاری وصول کرنے پر تعینات کیا گیا - جب وقت سردار ہری سنگھ نلوہ مال گذاری کی وصولی پر روانہ ہوئے

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پچیس ہزار روپیہ کے عوض میں کامل اختیارات کے ساتھ محمد خاں ترین کو سردار ہری سنگھ کے حوالے کر دیا۔ جب اس بات کا محمد خاں کے رشتہ داروں کو پتہ لگا تو وہ لوگ سخت گھبرائے۔ ان لوگوں میں ایک شخص بوستان خاں تھا۔ وہ محمد خاں کا برادر زادہ تھا۔ فتح نالگل کے موقعہ پر اسے بھی ہری سنگھ کی سفارش پر بیس ہزار کی جاگیر بھی ملی تھی۔ اس کے ذہن میں بغاوت کا مواد مشتعل ہوا۔ سردار ہری سنگھ کی سواری اس وقت راولپنڈی کے مقام پر تھی۔ ہری سنگھ نلوہ کا قائمقام سردار میہاں سنگھ ہزارہ سے استقبال کیلئے راولپنڈی آیا ہوا تھا۔ بوستان خاں نے موقعہ غنیمت جانا۔ اس نے ہزارہ کے علاقہ کے پٹھانوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ اور سری کوٹ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سارے علاقہ میں نئے سرے سے شورش اور افراتفری پھیل گئی۔ چنانچہ جسوقت سردار ہری سنگھ کو ہزارہ کی بدنظمی کی خبر ملی تو اسی وقت سردار نے راولپنڈی سے ہزارہ کی طرف کوچ کیا۔ باغی سخت مشتعل اور کثیر التعداد میں تھے۔ فوری حملہ میں کامیابی کا امکان کم تھا۔ موقعہ کی مناسبت کا انتظار تھا۔ اتنے میں تیسرے دن اطلاع پہنچی کہ جنرل ونتورہ اپنی فوج کے ساتھ پشاور جا رہے ہیں۔ اور ان کا پڑاؤ حسن ابدال کے مقام پر ہے۔ سردار کو قدرت نے سنہری موقعہ دے دیا۔ فی الفور جنرل موصوف کو خط لکھا گیا۔ اور بہت جلد کمک پہنچ گئی۔ اب خالصہ فوج کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ جنگ جاری کرنے سے پہلے جنرل ونتورہ اور سردار میہاں سنگھ کے مشورہ سے یہ صلاح ٹھہری کہ سب سے پہلے بوستان خاں اور جلال خاں سرغنے جن کی وجہ سے شرارت اور بغاوت شروع ہوئی ہے گرفتار کر لئے جائیں گے۔ چنانچہ راتوں رات شبخون مار کر ان باغیوں کو گرفتار کر کے قلعہ کشن گڑھ میں قید کر دیا گیا۔ دوسرے دن جنگ کی طرح ڈالی گئی۔ دونوں فوجوں نے دونوں طرف سے ہلہ بول دیا۔ باغیوں

نے جب ہر طرف سے فوج آتی دیکھی تو مقابلہ کے بغیر ہی دم دبا کر فرار ہو گئے۔ خالصہ فوج نے میلوں تعاقب کیا۔ بے شمار دشمن تہ تیغ ہوئے۔ عظیم الشان کامیابی ہوئی سارے علاقہ میں خالصہ فوج کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کے بعد جنرل ونتورا مثیاور اور سردار ہری سنگھ نلوہ مال گذاری کی وصولی پر روانہ ہو گئے۔ سردار ہری سنگھ کے حکم سے ان کے نائب میہاں سنگھ نے بوستان خاں۔ جلال خاں۔ ومداز ک اور سلیم شاہ سواتی وغیرہ چھ مفسدوں کو توپ کے سامنے کھڑا کر کے اڑا دیا۔ اور مسواتیوں کا سارا علاقہ بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔ ان کو گھروں سے نکال کر گاؤں کو آگ لگا دی گئی۔ عبرت ناک سزا سے ملک میں دوبارہ امن و امان ہو گیا مفسدوں کے دل ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئے۔ ایکدن سردار ہری سنگھ نلوہ نے محمد خاں ترین سے پچیس ہزار روپیہ جرمانہ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ اور کہا کہ اگر سرکاری رقم ادا کر دو تو رہائی مل جائے گی۔ اور آئندہ کے لئے وفاداری اور نیک چلنی کی ضمانت دینے پر جاگیر میں بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔ محمد خاں زندگی سے تنگ آچکا تھا۔ یکے بعد دیگرے اس کے تمام ساتھی موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ قید وبند میں ہی دریدہ دہنی اور دشنام طرازی پر اتر آیا۔ سردار نے اسکے باوجود اسے سخت سزا نہ دی۔ لیکن جب اس کی شرارتوں کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو محمد خاں کو کلر کہار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ پاؤ بھر گی اور نمک کھانے کو دیا جاتا تھا۔ اسی حالت میں ایک ماہ میں ہی یہ سب سے بڑا مفسدہ پرداز اور دغاباز ملک عدم کو سدھار گیا۔ جب تک زندہ رہا ہزارہ کے علاقہ میں امن بحال ہی نہیں ہونے دیا۔

سیّد احمد بریلوی سے جنگ

مستقبل میں سردار ہری سنگھ کو سید احمد بریلوی کے جہادی جنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے معنوں میں یہ ایک طرح کی سخت انتقامی مذہبی لڑائی تھی۔ جس نے پنجاب سے خالصہ حکومت کو ختم کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ جہادی جنگ کا سب سے بڑا سرغنہ سید احمد تھا۔ محمد عرفان کے گھر سنہ ۱۷۸۶ء میں بریلی میں پیدا ہوا۔ عہد طفلی کھیل کود میں گذرا۔ جب ذرا ہوش آئی اور والدین حصول تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل کیا تو لاابالیانہ پن کی وجہ سے پڑھنے لکھنے کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ وراثت سن کا زمانہ آیا تو اسوقت بھی علم سے بے بہرہ تھا۔ بزرگوں کا پیشہ تعلیم و تعلم تھا لیکن عالم شباب میں جب گذر معاش کے لئے روزگار کی تلاش کی ضرورت پڑی تو بریلی سے سیدھا لکھنؤ پہنچا۔ اس زمانہ میں لکھنؤ پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا حکومت شیعہ مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ علم و ہنر کا دور دورہ تھا۔ عیاشی کے سامان بافراط تھے۔ بے پڑھے لکھے سید کی وہاں دال نہ گل سکی۔ کئے پر سخت افسوس کیا۔ اب پڑھنے لکھنے کا شوق بیدار ہوا۔ وہاں کوئی ہم خیال عالم نہ ملا۔ لاچار دہلی پہنچا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے درس میں شامل ہوا۔ پڑھائی شروع کی۔ اب جوانی سر پر آ چکی تھی۔ نشہ شباب غالب تھا۔ مراد بر نہ آئی وقت رائیگاں گیا۔ مگر اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ چند اسلامی مسائل ازبر ہو گئے۔ نیم

ملاں خطرہ ایمان - طبیعت کی خامی اور ناپختگی کی وجہ سے مذہبی تعصب کا رنگ غالب آیا
دہلی سے طبیعت اچاٹ ہو گئی - یہاں سے کوچ کر کے امیر خاں اور روہیلا کی فوج میں
بھرتی ہو گیا - امیر خاں کی فوج تنخواہ دار نہیں تھی - لوٹ مار اور غارت گری سے جو کچھ
ہاتھ آتا تھا - ساری فوج میں بانٹ دیا جاتا تھا - سید احمد نے تھوڑی دیر میں قزاقی اور ڈاکہ
زنی کے تمام داؤ پیچ سیکھ لئے - امیر خاں کے ماتحت رہ کر اس نے سینکڑوں گاؤں
میں لوٹ مار کی - ہزارہا گاؤں جلائے - بے شمار بے گناہوں کو قتل کیا - چنانچہ جب
کمپنی کی حکومت نے امیر خاں کی فتنہ سری کو دبانے کی کوشش کی تو اسے ایک جاگیر
دے دی گئی - تاکہ قتل و غارت سے باز آجائے - سید احمد بے کار ہو گیا - چونکہ
لوٹ مار کی عادت ہو گئی تھی - فوج سے رخصت ملتے ہی اس نے خود سر ڈاکو بننے
کی تیاریاں شروع کر دیں - اس کام کے لئے اس نے کافی شاگرد اکٹھے کر لئے - پہلے
پہل وہ دہلی پہنچا - مگر یہاں مغل حکومت قلعہ کی چاردیواری تک ہی محدود تھی چاروں
طرف انگریزی عملداری کا دور تھا - لیکن سادہ لوح مسلمان اسے اپنی حکومت خیال
کرتے تھے - صوبہ پنجاب دہلی سے الگ ہو کر خود مختار سکھ حکومت کی شکل میں تبدیل
ہو گیا تھا - پنجاب کے حالات سن کر مسلمانوں کو سخت رنج آتا تھا مسلمانوں کو مشتعل
کرنے اور بغاوت پر آمادہ کرنے والوں میں سید احمد بریلوی کے استاد مولوی عبدالعزیز
سب سے بڑھ چڑھ کے تھے - مولوی اسمٰعیل ان کے بھتیجے تھے - یہ بھی اس کام میں بڑا حصہ
لینے والوں سے تھے - اسی طرح امیر خاں روہیلہ کی ملازمت کے زمانہ میں سید احمد
نے بھی قتل و غارت کی مہارت حاصل کی - مسلمان انہیں بڑا جرأت آزما اور فدا کار
خیال کرتے تھے - سید احمد جب دہلی پہنچا تو مولوی عبدالعزیز کو ایک معاون مل گیا -
اسلئیے یہ کوشش جاری ہوئی کہ اگر ہو سکے تو سید احمد کے ذریعہ پنجاب کو سکھوں
کے قبضہ تصرف سے آزاد کر کے مسلمانوں کے زیر نگیں کر دیا جائے - باقاعدہ سکیم

تیار کی گئی۔ اسی سکیم کے مطابق پہلے پہل سکھوں کے علاقہ میں لوٹ مار اور بدامنی پھیلانے کا کام شروع ہوا۔ پنجاب میں مسلمان پہلے ہی کافی تعداد میں تھے۔ انہیں دینی لڑائی پر آمادہ کرنا کوئی مشکل نہیں تھا۔ اگر اسطرح سے اور کچھ بھی نہ ہو تو امیر خاں کی طرح کمپنی سرکار سے مستقل وظیفہ ملنے کا خیال تھا۔ مولوی عبدالعزیز نے سید احمد کو پر حکمت باتوں سے مشتعل کر دیا۔ لیکن سکھوں سے مقابلہ آسان نہیں تھا۔ سید احمد کو معلوم تھا کہ کن لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ اسی طرح جب ناکامی کا سامنا ہوا تو مولوی اسمٰعیل جو بڑے عالم فاضل اور ذہین شخص تھے۔ سید احمد کو حوصلہ بندھانے لگے۔ ایک نئی ترکیب نکالی۔ اس نے اس مسئلہ کی آڑ لی جس کے تحت مہدی آخر الزماں کی آمد کا خیال مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سید احمد بریلوی کو مہدی آخر الزماں مشہور کر دیا۔ پہلے پہل مولوی اسمٰعیل نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور منصب امامت کتاب لکھی گئی۔ اس کتاب میں اپنی لیاقت کے زور پر سید احمد کو مہدی ثابت کیا۔ اتنے بڑے عالم کا حلقہ بگوش ہونا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ ہزارہا مسلمان مرید بن گئے۔ سید احمد جس کو پہلے پہل لوٹ مار سے امیر خاں نہ ہکیہ کی طرح جاگیر حاصل کرنے کا شوق چرایا تھا۔ مولوی اسمٰعیل کی چالاکی کے زیر اثر اپنے آپ کو مہدی خیال کرنے لگ گیا۔ سارے ہندوستان میں مولوی اسمٰعیل کے ساتھ مل کر اپنے سکھوں کے خلاف جہاد بولنے کے لئے پروپیگنڈہ کیا۔ کافی روپیہ جمع ہو گیا۔ مکہ کی سیاحت کی تیاری ہوئی مکہ میں نجد کے وہابیوں کا زور تھا اسلئے کچھ عرصہ میں ہی وہابیت کا رنگ چڑھ گیا۔ پھر کابل اور قندھار پہنچا یہاں بھی خونی جہاد کے وعظ جاری کئے۔ پنجاب پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ افغانوں اور قندھاریوں کو لے کر یوسف زئی ضلع پشاور میں سکھوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آ پہنچا۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے مسلمانوں

نے جب اس کی مہدویت کا ذکر سنا تو بلا تحقیق مرید ہونے لگ گئے۔ پشاور سے ہر سال خالصہ حکومت کو خراج ملتا تھا۔ لیکن متعلق حکومت صرف اٹک تک تھی۔ یار محمد خاں بارک زئی پشاور کا گورنر تھا۔ سید احمد جب یوسف زئی میں پہنچا تو اس نے زمینداروں سے کھیتی کا دسواں حصہ لینا شروع کر دیا۔ ہندوؤں پر سخت جزیہ لگایا اور سکھوں کو لوٹ مار کر سخت تنگ کرنا شروع کر دیا۔ پشاور کے گورنر یار محمد خاں بارک زئی سے بھی مقابلہ ہوا۔ اس معرکہ میں یار محمد خاں کام آیا۔ چند زنبورک توپیں اور سامان جنگ سید احمد کے قبضہ میں آ گیا۔ اب سید احمد کا دماغ آسمان پر جا پہنچا۔ امیر المومنین کا لقب اختیار کر کے اپنے نام کا سکہ جاری کر دیا۔ شاہی مہر کھدوائی سلطان محمد خاں جو یار محمد خاں کا بھائی تھا اطاعت گذار بن گیا۔ چنانچہ جب سید احمد پشاور پہنچا تو اسنے شرعی احکام جاری کر دیئے۔ مظہر علی کو پشاور کا قاضی مقرر کیا۔ حکومت سلطان محمد خاں کے سپرد کر دی اور دینی اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر واپس اپنی قیام گاہ پنجتار میں چلا گیا۔ ریاست امب پر حملہ کر کے وہاں تصرف جما لیا امب فوجی ہیڈ کوارٹر بنایا گیا کامیابی اور ترقی دیکھ کر دماغ میں ایسا اختلال آیا کہ جو کچھ کر دوں کسی کو اس کے متعلق چوں چرا نہیں کرنی چاہیئے۔ خواص کو دربار میں بلانے لگ گیا۔ پیروں فقیروں کی منتیں اور زیارتیں منہدم کر ڈالا۔ بیاہ شادیوں کے رسومات اور نکاح بیوگان کے متعلق فتوے جاری کئے۔

پٹھان سید احمد کی خود سری سے تنگ آ گئے۔ ایک بار اس نے یہ نادر شاہی حکم دیا کہ بارہ دن کے اندر اندر تمام کنواری اور بیوہ عورتوں کے بیاہ کر دیئے جائیں۔ ورنہ مجاہد ان سے بیاہ کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کئی مجاہدوں نے بلا رضامندی کنواری اور بیوہ عورتوں کو ان کے وارثوں سے زبردستی چھین کر نکاح میں لے لیا۔

علاقہ کے امیر پہلے ہی تنگ تھے اب عوام بھی برافروختہ ہو اٹھے۔ انہوں نے سب کو سمجھایا کہ سید احمد مہدی نہیں لٹیرا ہے۔ حکومت کا بھوکا ہے اور جہاد محض اس کا ڈھکوسلہ ہے۔ جس طرح بھی بن پڑے اسے ملک سے نکال دیا جائے۔

مقررہ دن پر پٹھانوں نے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر تلواریں اور اسلحہ جنگ مہیا کر لیا۔ سید احمد کے ہیڈ کوارٹر پر طوفانی حملہ کیا گیا۔ ہزارہا ہندوستانی مسلمان بلا شور و شغب کے تہ تیغ ہو گئے۔ سید احمد حیرت زدہ ہو کر اپنے چند جانباز سپاہیوں کو لے کر بھاگا۔ ساتھ چند توپیں بھی تھیں۔ پشاور کے علاقہ سے بھاگ کر ہزارہ میں جا پہنچا۔ بالاکوٹ گاؤں پر قبضہ کر لیا اور وہاں ہی رہنے لگ گیا۔

سید احمد نے ہزارہ کے علاقہ میں پہنچ کر پرانی عادت پر عمل کیا۔ پھر شرارتوں پر کمر باندھی۔ ہندوؤں اور سکھوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ سردار ہری سنگھ نلوہ نے پہلے پہل اس طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔ بلکہ چند ضروری معاملات کی وجہ سے لاہور چلا گیا۔ علاقہ کا انتظام سردار مہاں سنگھ کے ہاتھ میں تھا مگر بعد کو آہستہ آہستہ سید احمد کی شرارتوں کی خبر لاہور دربار تک پہنچ گئی۔ سید احمد کی سرکوبی کے لئے سردار بدھ سنگھ کو تعینات کیا گیا۔ اکوڑہ کے قصبہ کے پاس میدان جنگ مقرر ہوا۔ سید احمد کی فوج سے سخت لڑائی ہوئی۔ سردار بدھ سنگھ کامیاب نہ ہو سکا۔ پسپائی تک نوبت آگئی۔ چار میل ہٹ کر سیدپورہ میں مورچہ بنایا گیا اور کمک کا انتظار شروع ہو گیا۔

سردار بدھ سنگھ کی اتفاقیہ پسپائی سے سید احمد کا دماغ آسمان پر چڑھ گیا اس نے سمجھا کہ سکھ حلوہ بے دود ہیں۔ انہیں ہڑپ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے اسی خیال میں مست ہو کر اس نے اکوڑہ کی مٹھ بھیڑ کے دو تین دن بعد چیدہ چیدہ سواروں

کے ہمراہ مولوی اسمٰعیل کی ایما پر اٹک کے پار حضرو پر دھاوا بول دیا۔ شہر کے لوگ بے فکری کی نیند میں سوئے پڑے تھے۔ کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ لٹیروں نے شہر کو اچھی طرح لوٹا۔ کئی سو ہندو نوجوان بچے بوڑھے اور عورتیں قتل کی گئیں۔ سردار ہری سنگھ اس وقت دورہ پر تھے۔ رات کے وقت ہی انہیں خبر بھیجی گئی۔ مگر انہیں خبر کی صداقت پر یقین نہیں آتا تھا۔ اس لئے انہوں نے مخبر کی سخت سرزنش کی۔ مگر جب حالات کی صداقت کا یقین ہوا تو اس نے حضرو کی طرف باگ موڑی۔ سردار کے پہنچنے سے پہلے ہی لٹیرے کئی میل واپس بھاگ گئے تھے۔ بڑی تیزی سے تعاقب کیا گیا۔ جب قریب پہنچے تو بندوقوں سے حملہ کیا گیا۔ ایسا ندر سے اثر پڑا کہ لٹیروں کے دل دہل گئے۔ میدان گرم ہو گیا۔ لٹیروں کے حوصلے پست ہو گئے۔ وہ گھبرا کر بھاگ اٹھے۔ مگر مولوی اسمٰعیل نے ہمت بندھا کر انہیں کھڑا کر لیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ میدان کارزار گرم ہو گیا۔ ہری سنگھ نلوہ نے اس وقت اپنی فوج کی کمی محسوس کی۔ خود تلوار لے کر میدان میں ڈٹ گیا۔ خالصہ فوج کے حوصلے بلند ہو اٹھے۔ لٹیروں نے خوب مقابلہ کیا۔ مگر آخر کار سخت بربادی اور تباہی دیکھ کر غازی بھاگ دوڑے۔ سید احمد کی فوج کے دل ٹوٹ گئے۔ اس وقت انہیں یقین ہوا کہ سکھ کوئی تر نوالہ نہیں۔ ہری سنگھ کی دلیری اور بہادری کا سکہ سید احمد کے غازیوں پر بیٹھ گیا۔ اسی جنگ کے سلسلہ میں سید احمد نے جب مولوی اسمٰعیل سے ہری سنگھ کے حالات دریافت کئے تو اسمٰعیل نے مندرجہ ذیل اشعار خط میں لکھے تھے:۔

بدو گفت اسمٰعیل اے پیر جی ۔۔۔ چہ گویم فلک کرد با من بدی
ز حضرو گرفتم بسے مال و زر ۔۔۔ بسے قتل کردم بہ تیغ و تبر
نشانہ نمودم بسے او تفنگ ۔۔۔ بسے راز دم شاب بر سینہ سنگ
ز حضرو چو در آمدم میل چار ۔۔۔ بکا یک نمود آمد یک غبار

تو دانی ہری سنگھ سردار را / دلیر و بہادر سپہ دار را
ازاں گرد آں سردار نامدار / نمودار شد با ہزاراں سوار
ز پنڈی رسیدہ چو ابر سیاہ / بیک حملہ اش لشکرم شد تباہ
چناں کرد جرأت بہ جنگ آشکار / فراموش شد رستم و اسفندیار
درآید بہ جنگش اگر شیر نر / چو روبہ گریزد ازاں نام ور
بہ فوجش یکے از یکے شیر مرد / ندانم کہ آن از کجا جمع کرد
درآیند بقلب سپاہ بے خطر / نہ دارند در دادن جان حضر

دُوسری جنگ

ایک طرف ہری سنگھ نے سید احمد کی فوج کا کچومر نکال دیا۔ دوسری طرف سردار بدھ سنگھ کی ناکامی اور پسپائی کے حالات کا جب دربار لاہور کو پتہ چلا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار ہری سنگھ کو سید احمد کا فتنہ فرو کرنے کے لئے حکم روانہ کیا۔ سید احمد کی امداد پر پشاور۔ ہزارہ۔ کوہاٹ۔ بخارا اور کاشغر تک دور دراز مقامات سے نمازی آکر جمع ہو گئے۔ یہ لوگ مذہب کے نام پر مٹنے پر آمادہ تھے۔ سردار محمد خاں حاکم پشاور اپنے بھائیوں پیر محمد خاں اور سید محمد خاں کو لے کر کثیر التعداد فوج اور توپ خانہ کے ساتھ مدد پر آیا۔ دوسری طرف خالصہ فوج پندرہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ سید احمد خاں کو اپنی کامیابی کا پورا پورا یقین تھا۔ مقابلہ بڑا سخت تھا۔ فوجی بہادروں کا خیال میدان جنگ کی طرف متوجہ تھا۔ ۲۴ فروری ۱۸۲۶ء کے دن چند کشتیوں کی گرفتاری سے نبرد طلبی کا سلسلہ شروع ہوا۔ دوسرے دن فوجی دستے میدان میں اتر آئے ہری سنگھ نلوہ نے اپنی فوج کے پیدل حصہ کو میدان میں لاکر قطاردار کھڑا کر دیا۔ میمنہ اور میسرہ سے رسالہ کے سوار ذرا آگے جھکے ہوئے کھڑے تھے۔ فوج ہلالی صورت میں نظر آنے لگی۔ دونوں طرف چار چار توپیں لگائی گئیں۔ اس کے علاوہ باقی تباہ کن توپیں پیدل فوج کی آڑ میں پچھلی طرف ایستادہ کی گئیں۔ فوج کو بالترتیب

کرکے ہری سنگھ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور فوج کا معائنہ شروع کردیا۔ بہادروں کے دل بلیوں اچھلنے لگ گئے۔ ہری سنگھ جوش کے عالم میں آگے بڑھتا چلا گیا اور اپنے باڈی گارڈ دستہ کو لے کر ایک بلند مقام پہ جا پہنچا۔ غازی بھی اپنے ڈھنگ سے تیار ہو رہے تھے۔ سب سے پہلے دشمن کی فوج سے توپ چلائی گئی۔ خالصہ فوج نے دو ہلکے فائرنگ کے ذریعہ توپوں کی زبان سے ہی جنگ کے لئے مکمل آمادگی کا اظہار کیا۔ تھوڑی دیر تک اسی طرح ہی سلسلہ چلتا رہا۔ خالصہ فوج اپنی لائن پہ ڈٹ کر کھڑی تھی۔ غازی نشہ نخوت میں مست آگے بڑھے۔ سید احمد نے جب دیکھا کہ خالصہ فوج کے قدم وہیں جمے ہوئے ہیں اور توپیں کم ہیں تو اس نے طوفانی حملے کا حکم جاری کر دیا۔ حملہ آوروں میں غازی اور بارک زئی کافی تعداد میں تھے۔ سید احمد کے مجاہد بہت کم تھے۔ غازیوں نے بڑے اطمینان سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے۔ اور نہایت تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ دوسری طرف خالصہ فوج کی عجیب حالت تھی۔ سکھ بے تابی سے شور مچا رہے تھے۔ ہمیں کیوں حکم نہیں دیا جاتا۔ کیا اس طرح کھڑے کھڑے ہم سر کٹوا لیں گے۔ ہری سنگھ نلوہ خاموش تھا وہ دور کھڑا دشمن کی فوج کا جائزہ لے رہا تھا۔ غازی غل مچا رہے تھے۔ خالصہ فوج پہ عالم حیرت طاری تھا دو چار منٹ کے بعد میمنہ اور میسرہ کی توپیں سکوت کو توڑتی تھیں۔ دشمن بجلی کی سے بڑھتا آرہا تھا۔ بڑھتے بڑھتے جب دشمن غازیوں کی فوج زد میں آگئی۔ توپ بردار نے بلند نعرہ لگایا۔ پیدل فوج کو حکم دیا۔ فوج ابر کی مانند دو حصوں میں پھٹ گئی اور درانیوں کے پیچھے جا پہنچی۔ پچھلی طرف سے توپ خانہ کا منہ کھل گیا۔ گولوں کی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ غازیوں کے پرخچے اڑنے لگے۔ دشمن مصیبت میں پھنس گیا۔ آگے توپوں کے گولے بڑھنے سے روکتے تھے پچھلی طرف دریا کا پانی تھا۔ جائیں تو کدھر جائیں۔ لشکر بچ گئی۔ بے شمار غازی کشتیوں پر

چڑھ گئے۔ بھاری بھر کم بوجھ کے مارے کچھ کشتیاں دریا میں ڈوب گئیں۔ جو لوگ باقی بچے دائیں طرف سے آگے بڑھ کر ان کا صفایا کر دیا۔ خالصہ فوج نے فتح کا نقارہ بجایا۔ دشمن کی فوج کے ہزارہا سپاہی جانیں بچانے کے لئے بھاگے جا رہے تھے۔ کئی فوجی دریا میں چھلانگیں لگا کر پانی کو عبور کرنا چاہتے تھے۔ مگر دریا کی تیزروانی کے سامنے کچھ پیش نہیں چلتی تھی۔ رسالہ کے سوار تعاقب میں تھے۔ انہوں نے کسی کو زندہ جانے ہی نہ دیا۔ زبردست توپ خانہ اور بھاری سامان جنگ خالصہ فوج کے ہاتھ آیا۔ اس ہزیمت کے متعلق ضلع ہزارہ کے قدیمی بندوبست میں تحریر ہے کہ "یہ ایسی شکست تھی کہ سو برس کے اندر کبھی ایسی شکست اور غارت گری دیکھنے میں نہیں آئی۔ دو ہزار سے زیادہ تعداد میں غازی مقتول اور مجروح ہوئے اور پندرہ ہزار کے لگ بھگ دریائے سندھ میں غرق ہو گئے۔ سکھوں کی فوج کا نقصان بہت کم رہا۔ صرف دو سو آدمی کام آئے۔

یہ اتنی عظیم الشان شکست تھی کہ سید احمد کا فریب چاک ہو گیا۔ اس نے پہاڑوں میں روپوش ہو کر اپنی جان بچائی۔ عرصہ تک دم نہ مارا۔ سر نہ اٹھایا۔ بلکہ داغ ندامت دھونے کے لئے یہ مشہور کر دیا کہ یار محمد خاں اور اس کے بھائی سکھوں سے مل گئے تھے۔ انہوں نے دانستہ طور پر سید احمد کو زہر دینے کی کوشش کی تھی۔ اور خود جنگ کے وقت بھاگ گئے تھے۔ مگر یہ ساری کہانیاں غلط تھیں۔ یار محمد خاں اور سید احمد نے ہمت بھر کوشش کی تھی۔ سردار بدھ سنگھ نے بھی اس جنگ میں خوب جوہر دکھائے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فتح کی خوشی میں ایک گراں بہا خلعت اور ایک راس عربی گھوڑا مع طلائی ساز و سامان سردار ہری سنگھ کو عطا فرمایا دوسرے سرداروں کو بھی حسب مراتب خلعت اور انعام و اکرام حاصل ہوئے۔

سید احمد کو شکست دے کر سردار ہری سنگھ نلوہ ۱۸۲۸ء میں لاہور آیا۔ یہاں

انہیں ایک نئی خدمت پر مامور کیا گیا۔ لاہور سے گورنر جنرل ہند کی خدمت میں سفارت لے کر شملہ جانا تھا۔ سردار ہری سنگھ نے شملہ پہنچ کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے عطا کردہ تحائف اور نذرانے پیش کئے۔ اور شاندار دربار ہوا۔ کمپنی سرکار اور خالصہ دربار میں دوستی کے عہد و پیمان پر استقامت سے عمل کرنے کے وعدے ہوئے

جس وقت سردار ہری سنگھ نلوہ لاہور میں پہنچے ہوئے تھے اس وقت سید احمد کا فتنہ ایک بار پھر بیدار ہوا۔ دربار کو جب اس کی خبر ملی تو سید احمد کی سرکوبی کے لئے زبردست فوج روانہ کی گئی۔ خالصہ فوج نے آکر ایک دن میں ہی سید احمد کا کچومر نکال دیا۔ لاتعداد غازی کھیت رہے۔ باقی جو بچے وہ ایسے بھاگے کہ پھر مقابلہ میں آنے کی جرأت ہی نہ رہی۔

سردار ہری سنگھ پہ دو لاکھ جرمانہ!

سردار ہری سنگھ ۱۸۲۷ء کا سارا سال اپنے علاقہ کے داخلی امور کی طرف متوجہ رہا۔ اور کچھ عرصہ تک مہاراجہ رنجیت سنگھ کو حساب کتاب سمجھاتا رہا۔ سردار کا حساب ہمیشہ صاف رہتا تھا۔ اسی لئے وہ دوسرے درباریوں سے ڈرتا نہیں تھا۔ سردار نے کبھی مصاحبوں سے ڈر کر کبھی نذرانے نہیں دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر درباری اس سے ناراض رہتے۔ اور کسی نہ کسی گرفت میں الجھانا چاہتے تھے۔ راجہ دھیان سنگھ اس معاملہ میں سب سے بڑھ کر قدم مارتا تھا۔ کیونکہ اس کی طوطی دربار میں بولتی تھی اس لئے اسے اس بات کا زعم تھا کہ کسی موقعہ پہ ہری سنگھ کو ضرور نادم کیا جائے گا۔ چنانچہ وہ ناراض رہنے لگا۔ سردار ہری سنگھ اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ کئی بار سلسلہ گفتگو میں جھاڑ بھی دیتا تھا۔ اسی لئے اکثر درباری اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔ منہ کے سامنے کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہیں تھی۔ لیکن اندر ہی اندر سازش تیار ہو رہی تھی۔ ایک دن موقعہ پاکر راجہ دھیان سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو فریب دے دیا۔ اور کہا سردار ہری سنگھ کے پاس کشمیر کی گورنری کے زمانہ میں چھ سو سوار تھے مگر اب ساڑھے چار سو کس طرح رہ گئے ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ ہری سنگھ کو جان سے عزیز رکھتے تھے۔ اور پورا پورا اعتماد کرتے تھے۔ مگر انہیں روپے کا سخت لالچ تھا۔ اسلئے اس بات کو دل ہی دل میں رکھ کر اگلے دن ہری سنگھ

کو فوج ملاحظہ کرانے کا حکم دے دیا۔ ہری سنگھ بے خبر تھا۔ اسے اپنی فوجی لیاقت اور شائستگی پر بڑا ناز تھا۔ اسلئے اس نے سواروں کی کمی پورا کرنے کی طرف ذرا بھی توجہ نہ دی۔ اپنی موجودہ فوج لے کر ہی نمائش گاہ میں اتر آیا۔ مہاراجہ کے کان پہلے ہی بھرے ہوئے تھے۔ ڈیڑھ سو سواروں کی کمی تھی۔ مہاراجہ صاحب نے فوراً ہی سوال اٹھا دیا۔ سردار کیا جواب دے۔ بچارا خاموش ہو گیا۔ لیکن تاڑ گیا کہ حریف نے وار کیا ہے۔ اسلئے خاموشی سے ہی کام لینا چاہیئے۔ مہاراجہ صاحب فی الفور کھڑے ہو گئے۔ اور فوراً ضمنی حساب کرتے کرتے اس خاموشی کے عوض پانچ لاکھ روپے کا مطالبہ کر دیا۔ اور حکم دیا کہ جب تک مطلوبہ رقم خزانہ عامرہ میں داخل نہ ہو گی نظر بند رہو گے۔ ایک دو منٹ کے بعد پانچ لاکھ کی بجائے دو لاکھ کم کر کے تین لاکھ ادا کرنے کا مکرر حکم دیا۔ اور پھر صرف دو لاکھ پر ہی معاملہ ختم کرنے کا حکم دیا۔ یہ بھی نقد نہیں۔ اسی وقت اقرار نامہ لکھوا لیا اور سردار ہری سنگھ کا پیچھا چھوڑ دیا گیا۔

سن ۱۸۲۷ء کا واقعہ ہے۔ دیوان کرپا رام صوبہ دار کشمیر نے سلطان زبردست خاں وغیرہ رئیسان مظفر آباد کی تنبیہہ اور امداد کے لئے سردار ہری سنگھ کو ایک خط لکھا۔ ہری سنگھ ایسے موقعہ کی تلاش میں ہی رہتا تھا۔ اس نے فی الفور دیوان کرپا رام کا کہا مان لیا۔ اور مظفر آباد آنے کی تاریخ مقرر کر کے دیوان کو اطلاع بھیجی۔ لیکن مقررہ تاریخ پر دیوان کرپا رام نہ پہنچے سردار ہری سنگھ نے وقت پر آنے کی وجہ دریافت کی۔ تو انہوں نے لکھا کہ چند ضروری مشاغل کی وجہ سے مظفر آباد پہنچنے کا پروگرام منسوخ کر دیا گیا تھا اس کے علاوہ عذر معذرت کے ساتھ معافی کی بھی درخواست کی اور لکھا کہ

ان حالات میں آپ جیسا مناسب خیال فرمائیں اسی پر عمل کریں۔ مظفر آباد کا علاقہ کشمیر کے ماتحت تھا۔ ہری سنگھ کا اس علاقہ سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس لئے ہری سنگھ چار ہزار روپیہ مغل بہا وصول کرکے واپس چلا آیا۔ اس مہم میں حبیب اللہ خاں گڑھی والا ہمراہ تھا۔ اس نے اکھڑ پن دکھایا۔ اور شرارت پر آمادہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سردار کو سخت غصہ آیا۔ اس نے ناراض ہو کر اس کے مکان کو چھوڑ کر ارد گرد کے باقی تمام مکانات کو آگ لگا دی۔ حبیب اللہ خاں کے مکان پر فوجی سپاہیوں کی ایک چوکی تعینات کر دی۔ نتھا سنگھ کو چوکی کا تھانے دار مقرر کیا۔ لیکن جس وقت سردار ہزارہ میں پہنچا نتھا سنگھ کو حبیب اللہ نے مفسدہ پرداز لوگوں کی مدد سے مار کر باہر نکال دیا۔ اور خود مکان پر قابض ہو گیا۔ سردار ہری سنگھ نلوہ کو جب نتھا سنگھ کی بزدلی کا پتہ چلا تو اس نے فوراً تھانے دار کو قید کر دیا۔ تاکہ دوسروں کو تنبیہہ ہو۔

پھوکرہ کی جنگ

ابھی تک سید احمد بریلوی مہدویت کے زعم میں سرکشی سے باز نہ آیا۔ اس کو ۱۸۲۶ء میں شکست فاش مل چکی تھی۔ مگر اس کے باوجود اسے کوئی درس نہ ملا۔ ۱۸۲۷ء میں مذہب کے دیوانے غازیوں کی منتشر جماعت کو منظم کرنے کی تیاری کی اور پھر نئے سرے سے مہم شروع کر دی۔ ابتدائی حملہ ہزارہ کے علاقہ پر بول دیا اور تربیلہ کے گاؤں کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ہری سنگھ نلوہ اس وقت ہزارہ میں نہیں تھا۔ لاہور میں گیا ہوا تھا۔ ہزارہ سے جاتے ہوئے اس نے اپنا قائمقام سردار میہاں سنگھ کو بنایا۔ میہاں سنگھ ہری سنگھ کے بہادر لڑاکے سورماؤں سے تھا۔ خالصہ فوج میں اس سے بڑھ کر وفادار نمک حلال، اور قابل اعتماد اور کوئی افسر نہیں تھا۔ میہاں سنگھ میر پور جو نیک علاقہ جموں کا باسی تھا۔ کھشتری گھرانے میں پیدا ہوا۔ جبوقت پہلے پہل سردار ہری سنگھ نلوہ تسخیر کشمیر کی مہم پر جموں کے علاقہ میں پہنچا تو میہاں سنگھ ایک معمولی عہدہ پر فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ جرنیل ہری سنگھ کے دستہ کے ساتھ رہ کر اس نے دلیری اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ آہستہ آہستہ بااعتماد مقبول سے ہو گیا۔ گڑھی گنڈ گڑھ کی لڑائی کے ہولناک معرکہ میں بڑی پامردی سے شجاعت کے جوہر دکھائے۔ دن بدن عزت بڑھتی گئی۔ چنانچہ پہلی بار جب جرنیل ہری سنگھ ہزارہ کے دور دراز علاقہ سے لاہور جانے کے لئے تیار ہوا اور کسی قابل اعتماد نائب کی

تقرری کا سوال درپیش ہوا تو میہاں سنگھ سے قابل اور کوئی آدمی نہ ملا۔ اس لئے ہزارہ کی گورنری کا انچارج میہاں سنگھ کو بناکر ہری سنگھ لاہور چلا گیا۔ سید احمد کو بھی اس بات کا علم ہو گیا۔ موقع غنیمت جان کر جب اس نے تربیلا کا محاصرہ کیا تو سردار میہاں سنگھ نے اس مفسد کو سخت زک پہنچائی۔ غازیوں کی فوج کو بچنے کی کوئی راہ نظر نہ آئی۔ سردار میہاں سنگھ نے اپنے طوفانی دستوں کے ساتھ آگے بڑھ کر سید احمد کے ہیڈ کوارٹر پھوکرا پر بھی حملہ کر دیا۔ ایک سو ہندوستانی اور تین سو دیسی فوج نے جاکر وہاں قبضہ کر لیا۔ ملک میں غضب ناک بغاوت نظر آ رہی تھی سید احمد کے مشتعل پیروین کو جبراً راہ راست پر لایا گیا۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ مفسدہ پردازوں کے مکان وغیرہ بھی سرکار ضبط کر لئے گئے۔ اور چند ایک جھونپڑیوں کو جن میں غازیوں کے عارضی کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ آگ لگا دی گئی پھوکرا پر فتح پانے کے بعد وہاں خالصہ فوج کا ہیڈ کوارٹر بنا دیا گیا۔ سردار ہری سنگھ نلوہ کی فوج کی آمد کا دبدبہ اور رعب اس حد تک غالب تھا کہ پہاڑی علاقہ کے پٹھان دم دبا کر بھاگنے لگ گئے۔ جم کر مقابلہ کرنے والوں کا اتنی سختی سے سر کچلا گیا کہ برسوں تک اس علاقہ میں سکھوں کی دھاک جمی رہی۔

سردار ہری سنگھ نلوہ نے جب میہاں سنگھ کی بہادری کا ذکر سنا تو بڑا خوش ہوا۔ اور سردار میہاں سنگھ کو مستقل نائب مقرر کر دیا۔ بیش قیمت خلعت طلائی ساز و سامان اور اپنی ذاتی تلوار انعام میں دے کر خطابات خسروانہ سے سرفراز فرمایا۔ ایک ہزار پیادہ اور دو سو سواروں کے علاوہ ایک بہت بڑی جاگیر عنایت کی۔

جرنیل ہری سنگھ نے عبرت کے لئے جا نثیل اور غازیوں کی لاشوں کو میدان جنگ سے اٹھوا کر نذر آتش کر دیا۔ کیونکہ کئی دن تک ان لوگوں کے وارث

لاشیں اٹھانے کے لئے بھی نہیں آئے تھے۔

سردار ہری سنگھ نے تھوڑے عرصہ تک ہزارہ میں رہنے کے بعد دربار لاہور کی تیاری کی۔ دسہرہ کے شاہی جشن میں شامل ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اپنے نائب کی بہادری اور وفاداری کی داستان سنائی۔ شیر پنجاب بھی سردار میہاں سنگھ کی جرأت کے حالات سن کر بڑے خوش ہوئے۔ لیکن شاہی دربار کے دوسرے مقرب جو جرنیل ہری سنگھ سے رقابت رکھنے لگ گئے تھے۔ وہ یہ کہنے لگ گئے کہ ہری سنگھ نے میہاں سنگھ کو اپنا متبنّے بنا لیا ہے۔ مگر یہ افواہ غلط تھی۔ سردار کی نرینہ اولاد موجود تھی۔ صرف وفاداری اور بہادری کی وجہ سے ہی ہری سنگھ میہاں سنگھ سے دلی محبت کرتے تھے۔

ریاست امب کی کمزوری

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ سید احمد نے ریاست امب کی طرف جب باگ
موڑی اور اس ملک سادہ لوح مسلمانوں کو مذہب کے سوڈا واٹری جوش سے بھڑکانے
کی کوشش کی تو ریاست امب کے فرمانروا پائندہ خاں نے اس کی چالاکی اور
بدنیتی کو بھانپ لیا۔ مسلم عوام سید احمد کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ اس لئے اسے
اپنی سطوت قائم رکھنے کے لئے زمانہ سازی سے کام لینا پڑا۔ اپنی ہستی کے برقرار
رکھنے کے لئے پائندہ خاں نے سید احمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور ریاست میں شرعی
نظام جاری کرنے کا اعلان کر دیا۔ ابتداً میں پائندہ خاں کی ہوشیاری کو سید احمد
معلوم ہی نہ کر سکا۔ اس لئے بظاہر صلح صفائی بنی رہی۔ مگر دونوں ایک دوسرے
پر غالب آنے کی سازشوں میں مصروف تھے۔ عہد شکنی کے بہانوں کی تلاش جاری
تھی۔ کچھ عرصہ بعد سید احمد کو مذہبی جوش اتنا غالب آیا کہ اس نے پائندہ خاں سے
یہ مطالبہ کر دیا کہ حسب معاہدہ ابھی تک شرعی نظام پر پورا پورا عمل نہیں ہوا۔ اس
لئے ریاست کے تمام معاملات میں شریعت کے قوانین پر عمل ہونا چاہیئے۔ چنانچہ
اسی زعم میں وہ ریاست کے معاملات میں دخل انداز ہونے لگ گیا۔ نتیجہ یہ نکلا
کہ پیر اور مرید میں ٹھن گئی ظاہری نام ونمود اور عیاری کا راز فاش ہو گیا۔ اگرچہ سید احمد
کافی ہوشیار تھا۔ مگر پائندہ خاں کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا تھا۔ اسلئے پائندہ خاں

نے چند ساتھیوں کو لے کر سید احمد کے جائے قیام پر حملہ کر دیا۔ سید احمد بھی اسوقت آمادہ پیکار ہونے والا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی غازیوں کو احتیاطاً چھاپہ مارنے کے لئے تیاری کا حکم دیا تھا۔ غرضیکہ دونوں طرف سے اعلان جنگ ہو گیا۔ خوب مقابلہ ہوا۔ پائندہ خاں اگرچہ ریاست امب کا حکمران اور صاحب سطوت تھا۔ مگر بھوکے غازیوں کے مقابلہ میں اس کی پیش نہ گئی۔ بری طرح ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ سید احمد کامیابی کے زعم میں مست ہو کر ریاست امب کا فرمانروا بن گیا۔ پائندہ خاں بھی نچلا نہ بیٹھا وہ ارد گرد کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں امداد کے لئے پھرنے لگ گیا۔ لیکن سید احمد کے مذہبی پراپیگنڈہ کا علاقہ بھر میں اثر پایا جاتا تھا۔ کوئی مسلمان حکمران اس کا حلیف بننے کے لئے تیار نہ ہوا۔ لاچار ہو کر ۱۸۲۸ء میں پائندہ خاں ہزارہ میں سردار ہری سنگھ نلوہ کے دربار میں پہنچا۔ سردار ہری سنگھ اس کے ساتھ بڑی مروت سے پیش آیا۔ اور اس شرط پر امداد کا یقین دلایا کہ ریاست امب دربار لاہور کی دائمی فرمانبرداری کا عہد کرے جب معاہدہ طے پا گیا تو جرنیل ہری سنگھ نے خالصہ فوج کو بھیج کر دریائے سندھ کے مشرقی کنارے کا تمام علاقہ فتح کر لیا۔ اور پائندہ خاں کو دے دیا۔ ان ایام میں سندھ میں سیلاب آیا ہوا تھا۔ دریا پار کے علاقہ پر یلغار بولنے کے لئے انتظار کرنا پڑا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد جب دریائے سندھ کا سیلاب ختم گیا تو ہری سنگھ نے پائندہ خاں کے تمام علاقہ کو فتح کر کے امب کی ریاست کو خوف و خطر سے بے نیاز کر دیا۔

سید احمد اب سخت تنگ آگیا تھا۔ اسے پٹھانوں کی عہد شکنی اور بے وفائی کے کئی تجربے ہوئے۔ ان لوگوں پر وہ اب بالکل اعتماد نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ اس کے خیالی اور ہوائی قلعے باوجود کوشش کے قائم نہ رہ سکے۔ سید احمد کے پاس اب کوئی ایسا علاقہ نہیں تھا۔ جس کو وہ اپنی ملک اور شرعی حکومت کے طور پر

دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرتا۔ اس نے لاچار ہو کر افغانستان چھوڑنے کا خیال کر لیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ کشمیر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا جائے۔ پنجابی اور کشمیری مسلمان شاید اس کے خیال میں زیادہ دیر تک کام دے سکیں۔ چنانچہ اسی ارادہ کو لے کر اس نے اپنے ہزارہا پیرزدین کے ہمراہ مجاہدانہ اقدام کیا بڑی بھاری جمعیت اور ۱۱ و لشکر کے ساتھ ۱۸۲۹ء میں دریائے اٹک کو عبور کر لیا۔ سردار ہری سنگھ نلوہ کو بھی سید احمد کے نئے ارادے کا علم ہو گیا۔ چنانچہ سردار ہری سنگھ زبردست خالصہ فوج کو ہمراہ لے کر جنرل الارڈ کے ساتھ مقابلہ کیلئے آپہنچا۔ سید احمد کا اقدام رک گیا۔ وہ سخت حیران تھا۔ توپ۔ بندوق۔ تلوار اور نیزہ کی محشر خیز جنگ چھڑ گئی۔ ابتدائی حملہ اتنا خوفناک اور تباہ کن تھا کہ سید احمد کے ہوش گم ہو گئے۔ جہاد کے نشہ میں مست نمازی الٹے پاؤں جاگے۔ جرنیل ہری سنگھ کی فوج نے بھگوڑوں کا تعاقب کیا۔ کھیت لاشوں سے بھر گئے انسانی خون سے دھرتی لال ہو گئی۔ غازیوں کے جنون کو کم کرنے اور عبرت دینے کے لئے میدان جنگ سے بے شمار نعشیں اٹھا کر دریا کی نذر کی گئیں اور بڑے بڑے غازیوں کی نعشوں کو آگ میں ڈال دیا گیا۔

کہتے ہیں جب سانپ کی موت آتی ہے تو وہ دیدہ دانستہ راستہ میں آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ سید احمد کی سرکشی کا نشہ ابھی تک ہرن نہیں ہوا تھا۔ مگر جرنیل ہری سنگھ یہ سمجھ گیا تھا کہ سید احمد کی تحریک میں اب کوئی جان نہیں۔ اس نے مزید انتقام سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے علاقہ کی نگہداشت کرنے لگ گیا۔ تین ماہ بعد جب شہزادہ کی گورنری کے معاملات کے لئے لاہور جانا طے پایا تو سید احمد چھپا ہوا سطرح طاق میں بیٹھا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ اب بڑا اچھا موقعہ ہاتھ

آئے گا۔ لیکن قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ جرنیل ہری سنگھ کے لاہور پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد سید احمد کی بغاوت کی پھر خبر ملی۔ شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس موقعہ پر جرنیل ہری سنگھ کے مشورہ سے کنور شیر سنگھ کو ایک زبردست فوج کے ساتھ سید احمد کے فتنہ کے دبانے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ جس وقت خالصہ فوج مجاہدین کے مقابلہ میں آئی تو ایک دن بھی جم کر ڈٹ نہ سکی۔ سید احمد اس جنگ میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ غازیوں کے دل ٹوٹ گئے۔ انہوں نے میدان کو دوڑ بھاگ کر فی الفور خالی کر دیا۔ کنور شیر سنگھ نے سید احمد کی لاش پر قبضہ کر لیا۔ اور اسے زمین میں دفن کر دیا۔ مسلمان سب سے بڑے لیڈر اور غازی کی لاش حاصل کرنے سے بھی محروم رہ گئے۔ اس لئے انہوں نے مصلحتاً اپنے ساتھیوں کو تسلی دینے کے لئے مشہور کر دیا۔ کہ مہدی الزماں اب قیامت کے قریب نمودار ہو کر دشمن کا خاتمہ کر دے گا۔

سفارت عظمیٰ کے فرائض

دربار لاہور کو چند اہم اور ضروری امور کے طے کرنے کے لئے تجربہ کار اور لائق مدبر کی ضرورت تھی ۔ جو امور ریاست کے علاوہ رموز مملکت میں کمال دستگاہ رکھتا ہو ۔ نواب گورنر جنرل کمپنی بہادر کی خدمت میں شملہ میں سفارت بھیجنی تھی ۔ سفارت کے فرائض کی ذمہ داری بڑی اہم ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گورنر جنرل نے جرنیل ہری سنگھ نلوہ کی سرحدی کامیابیوں کی شہرت سنی تھی ۔ وہ اس شخصیت کے دیدار حاصل کرنا چاہتے تھے ۔ جس نے کشمیر اور ہزارہ کے علاوہ سندھ پار کی مہمات میں عدیم المثال کامیابیاں حاصل کی ہیں ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۹ چیت ۱۸۸۸ سمت کو لاہور سے جرنیل ہری سنگھ کو سفارت عظمیٰ کے فرائض کی بجا آوری پر روانہ فرمایا ۔ دیوان موتی رام سپہ سالار نائب سفیر اور فقیر عزیز الدین جیسے فرزانہ افسر کو سیکرٹری کے طور پر ہمراہ بھیجا گیا ۔ اس کے علاوہ سفارت کے ساتھ فنون جنگ کے ماہرین کی ایک بڑی رجمنٹ کرنل گلاب سنگھ کی کمان میں روانہ فرمائی ۔ روانگی کے وقت کا نظارہ بڑا شاندار تھا ۔ وہ گیارہ ہاتھی ساتھ تھے ۔ جن پر طلائی اور نقرئی ہودج تھے ۔ ایک سفید خام گھوڑا جس پر طلائی زین کسی ہوئی تھی ۔ موتیوں کی ایک بڑی مالا اور سونے کے کڑوں کی جوڑی کے علاوہ اور کئی بیش قیمت اشیاء دربار کی طرف سے سردار کو عطا کی گئیں ۔ اس کے علاوہ

نواب گورنر جنرل کیلئے بھی کئی قسم کے تحائف ہمراہ روانہ ہوئے ۔ لاہور سے چل کر سفارتی قافلہ سب سے پہلے لدھیانہ میں لنگر انداز ہوا ۔ یہاں سے کپتان ریڈ صاحب جو سکھ گورنمنٹ کے بڑے خیر خواہ تھے ۔ سفارت کے ساتھ ہو لئے ۔ نالہ گڑھ اور سپاٹو کے راستہ سے شملہ کی طرف بڑی شان و شوکت سے سفارت روانہ ہوئی ۔ شملہ میں پہنچتے ہی کمپنی سرکار کی طرف سے شاندار استقبال کیا گیا ۔ سرکار انگریزی کی طرف سے سفارت کے لئے ضیافت کے طور پر ڈھائی سو روپیہ نقد، پنیشھ خوان شیرینی روزانہ مقرر ہو گئے ۔ آخر کار ۱۳ اپریل کو دوپہر کو سردار ہری سنگھ کا نواب گورنر جنرل سے ملاقات کا وقت مقرر ہوا ۔ ملاقات کی پابندی اور طرز و طریق کے متعلق پہلے ہی اطلاعات بہم پہنچائی گئی ۔ ملاقات کے لئے ایک بہت بڑا خیمہ پہاڑ کی بلند گھاٹی پر ایستادہ کیا گیا ۔ سردار ہری سنگھ کی قیام گاہ سے لے کر خیمہ تک راستہ کے دونوں طرف ہتھیار بند انگریزی فوج نہایت زرق برق لباس پہنے صفیں باندھے کھڑی تھی ۔ سب سے پہلے چند انگریز آئے ۔ سردار صاحب کو ان کی قیام گاہ سے لے گئے ۔ راستہ میں نواب گورنر جنرل کے چیف سیکرٹری نے استقبال کیا ۔ خیمہ کے دروازہ پر گورنر جنرل صاحب کمانڈر انچیف کے ہمراہ خود آئے ۔ اور سردار ہری سنگھ نلوہ سے بغل گیر ہوئے ۔ نواب صاحب نے سردار کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کرسی پر بٹھایا ۔ اس وقت کا نظارہ بڑا دلکش تھا ۔ خیمہ کے اندر سینکڑوں انگریز اور لیڈیاں رونق افروز تھیں ۔ انگریزی باجہ قریب ہی پر کیف ترانے الاپتا ہوا بج رہا تھا ۔ ولایتی توپوں کی سلامی ہونے لگی ۔ توپوں کی آواز سے زمین و آسمان گونج اٹھے ۔ رسمی طور پر ایک دوسرے کی مزاج پرسی کی گئی ۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خیر و عافیت کا ذکر جاری ہوا ۔ ساتھ ہی سردار ہری سنگھ کے اشارہ کرنے پر فقیر عزیز الدین اٹھے ۔ انہوں نے تین ہزار ایک سو روپیہ لاٹ صاحب کے سر پر وار کر ان کے ملازمین میں تقسیم کرنا شروع کر دیا ۔ بڑی خوشی

اور مسرت کا عالم تھا۔ یہ دیکھ کر لاٹ صاحب کی طرف سے سردار ہری سنگھ کے سر سے اڑھائی ہزار روپیہ وارا گیا۔ یہ رقم سردار کے ہمراہ آئے ہوئے نوکروں میں بانٹ دی گئی۔ اس کے بعد سردار صاحب نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے پانچ بڑھیا گھوڑے اور کئی بیش بہا تحائف اور پشمینے وغیرہ پیش کئے گئے۔ جن کو داب گورنر جنرل نے قبول کیا۔ پھر معمولی عطر اور پانی سے سب کی تواضع ہوئی اور پہلے دن کی ملاقات ختم ہو گئی۔ سردار ہری سنگھ کی واپسی کے وقت بھی وہی رسومات ادا کی گئیں۔ جو آمد کے وقت ہوئی تھیں۔ ۲۷ بیساکھ کو سردار ہری سنگھ نلوہ کی لاٹ صاحب سے خفیہ ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد علیحدہ علیحدہ دونوں فوجوں کا معائنہ ہوا۔ دو ہزار روپیہ سردار صاحب کی فوج کو اور اتنی ہی رقم سردار صاحب کی طرف سے انگریزی فوج کو انعام دیئے گئے۔ اس رات ایک اور شاندار جلسہ ہوا۔ یہ پہلا دن تھا جب سردار صاحب نے لیڈیاں اور مرد اکٹھے مل کر ناچتے دیکھے۔ ان لوگوں نے انگریزی رقص کے عجیب و غریب کرتب دکھائے۔ سردار ہری سنگھ جلسہ کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ ۲۸ بیساکھ کو لاٹ صاحب نے سردار ہری سنگھ کو رخصت کیا اس وقت اجلاس عام بلایا گیا۔ جس میں ایک خلعت پارچہ مرصع کے علاوہ کلغی اور مروارید کی مالا معہ انگوٹھی طلائی عطا ہوئی۔ لاٹ صاحب نے اس موقعہ پر ایک انگریزی بندوق اور ایک کرچ بھی عنایت کی۔ کمانڈر انچیف کی طرف بھی مختلف قسم کے اسلحہ جنگ نذر ہوئے۔ سردار ہری سنگھ کو جب رخصت کیا جا چکا تو اس کے بعد دیوان موتی رام اور فقیر عزیز الدین کو خلعت پارچہ کے علاوہ طلائی زنجیریں عطا ہوئیں۔ کمانڈر انچیف کی طرف سے کرنل گلاب سنگھ اور سردار جیت سنگھ کو ایک ایک کرچ دی گئی۔ خالصہ حکومت کی سفارت ۸ جیٹھ کو واپس لاہور پہنچی۔ سفارتی رشتہ سے انگریزوں اور سکھوں کے تعلقات پہلے سے بھی مضبوط

ہو گئے ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار ہری سنگھ کو اس عدیم النظیر کامیابی پر مبارکباد دی ۔ انعام کے طور پر ایک بیش قیمت گھوڑا اور بیس ہزار روپیہ نقد کے علاوہ دو گاؤں مزید جاگیر میں ملے ۔ اس کے بعد روپڑ میں جب سفارت بھیجی گئی وہ سفارت بھی اسی سفارت کی کامیابی کا نتیجہ تھی ۔ روپڑ کے مقام پر شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ اور لارڈ ولیم بنٹنگ کی تاریخی ملاقات ہوئی ۔ اسی سفارت کے ساتھ کپتان ریڈ صاحب شملہ سے لاہور چلے آئے ۔ رخصت کے وقت جب کپتان ریڈ صاحب سردار ہری سنگھ کے دولت کدہ پر شرف ملاقات کے لئے پہنچے تو سردار صاحب نے دو قیمتی گھوڑے اور کچھ نقد روپیہ انعام میں دیا اور رخصتانہ کی رسم بڑی شان و شوکت سے عمل پذیر ہوئی ۔

شملہ سے واپس آنے کے بعد سردار ہری سنگھ نلوہ اپنے وطن گوجرانوالہ میں تشریف لائے ۔ چند دن گوجرانوالہ میں جشن منائے گئے ۔ اس کے بعد سرحدی اضلاع بنوں وغیرہ کے لگان کی وصولی کے لئے تشریف لے گئے ۔ ابھی سردار ہری سنگھ بنوں نہیں پہنچے تھے کہ دربار لاہور کا روپڑ چلنے کا پروگرام بن گیا مہاراجہ نے روپڑ کی روانگی کا حکم دے دیا ۔ اس کے علاوہ یہ حکم بھی دیا گیا کہ ساتھ جانے والی فوج کی وردی نئی اور شاندار ہونی چاہیئے ۔ فوج کی وردیوں کی تیاری میں اسقدر بانات خرچ ہوا کہ جو بانات لاہور میں اس وقت اڑھائی روپے گز ملتی تھی اس کا نرخ گراں ہو کر چار روپے گز ہو گیا ۔ اس کے علاوہ نئے خیمے اور قناتیں تیار ہوئیں ۔ سردار ہری سنگھ نے اپنے طعقانی دستے کی وردی خاص طور پر امرتسر میں بنوائی ۔ یہ وردی دوسری شاہی فوج سے زیادہ زیب و زینت رکھتی تھی ۔ ۳ ر کاتک کو امرتسر سے سردار ہری سنگھ شیر پنجاب کی سواری کے ہمراہ روانہ ہوئے

ہر منزل پر ارد گرد کے لوگ شاہی سواری کو دیکھنے کے لئے لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے
پانچ دن کے سفر کے بعد روپڑ آ گیا۔ دریائے ستلج کے غربی کنارے موقع کاٹھ گڑھ کے
قریب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج بڑی شان و شوکت اور کر و فر سے وسیع
میدان میں خیمہ زن ہوئی۔ شاہی خیمہ بیچوں بیچ ایستادہ کیا گیا۔ اس کے ارد گرد نو
باناتی ڈیوڑھی دار شاہی خیمے لگائے گئے۔ ان خیموں کے مقابلہ پر ایک بلند ٹیلہ
پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کا نقرئی بنگلہ نما خیمہ نصب ہوا۔ ستلج کے مشرقی کنارہ پر لارڈ
ولیم بینٹنگ صاحب گورنر جنرل ہند کا کیمپ بڑی شان و شوکت سے لگا ہوا تھا۔
آمد و رفت کی سہولیت کے لئے دریا پر کشتیوں کا عارضی پل بنایا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ
اور گورنر جنرل کی ملاقات بڑی شاندار تھی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ دس ہزار
سوار چھ ہزار پیادہ فوج اور دو توپ خانے تھے۔ نواب گورنر جنرل کے ساتھ بھی
اسی طرح انگریزی فوج تھی۔ دو دستے یورپین نیزہ بردار جس کا سولھویں شاہی رسالہ
سے تعلق تھا۔ ایک گروہ رجمنٹ دو توپ خانے اس کے علاوہ دو دستہ الگزینڈر
صاحب کے ماتحت سوار تھے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تشریف آور ہونے پر لاٹ صاحب کی طرف
سے چیف سیکرٹری اور بڑے بڑے معزز عہدہ دار مہاراجہ صاحب کی مزاج پرسی
کے لئے حاضر ہوئے۔ مہاراجہ صاحب نے اس کے جواب میں پرنس کھڑک سنگھ کو
سردار ہری سنگھ نلوہ اور دوسرے سرداروں کے ہمراہ لاٹ صاحب کی خدمت میں
مزاج پرسی کیلئے روانہ کیا۔ پرنس کھڑک سنگھ اور سردار ہری سنگھ کے ساتھ دیگر
قیمتی تحائف کے علاوہ چار کوتل گھوڑے اور گیارہ ہزار روپیہ نقد تھا۔ ۲۶
اکتوبر ۱۸۳۱ء ملاقات کی تاریخ مقرر ہوئی۔ تاریخ مقررہ سے پہلے کئی بزدل
سکھوں نے مہاراجہ صاحب کو بدظن کرنے کی کوشش کی تاکہ ملاقات کا سلسلہ

منقطع ہو جائے۔ اگر ان لوگوں کی رائے پر عمل کیا جاتا تو خالصہ حکومت کے لئے
سخت بدنامی ہوتی۔ مگر سردار ہری سنگھ نے اس رائے کی سخت مخالفت کی جنرل
الارڈ صاحب نے بھی سمجھایا اور جوتشیوں نے بھی ملاقات کو بہتر اور خالصہ حکومت
کے لئے مفید بیان کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی تشفی ہو گئی۔ اور یہ نامعقول صلاح
موقوف کر دی گئی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ بسنتی لباس کے بڑے دلدادہ تھے۔ انہوں نے ملاقات
کے لئے اسی لباس کو پسند کیا۔ دوسرے سرداروں نے بھی ان کی ہی تقلید کی پہلے
چند انگریز افسر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو لینے کے لئے ان کے خیمہ میں پہنچے۔ مہاراجہ
رنجیت سنگھ عہدہ داروں کے ہمراہ ہاتھیوں پر سوار ہو انگریزی کیمپ کی طرف
روانہ ہوئے۔ تمام ہمراہی اور سردار ساتھ تھے۔

سردار ہری سنگھ نلوہ نے زرہ بکتر پہنی ہوئی تھی۔ سر پر فولادی خود لگا یا ہوا
تھا۔ فوج میں سے تین ہزار محافظی سپاہی جو باڈی گارڈ اور خاص اردل کے گھوڑے
چڑھے کہلاتے تھے۔ اور آٹھ سو سوار جنرل الارڈ صاحب کے ہمراہ تھے۔ شاہی خیمہ
سے چوبی پل تک خالصہ فوج دو رویہ شاندار بانات وردیوں سے ملبوس صف بستہ
آراستہ کھڑی تھی۔ دریا کے پار لاٹ صاحب کے خیمہ سے نصف راستے تک انگریزی
فوج ایک نئے انداز سے دونوں طرف پھرے جمائے موجود تھی۔ نصف راستہ پر لاٹ
صاحب ہاتھی کی سواری پر اماری میں بیٹھے ہوئے استقبال کے لئے تشریف لائے۔
سامنے سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سواری آرہی تھی۔ جب دونوں ہاتھی آپس میں بالمقابل
ہوئے۔ تو فریقین نے مصافحہ کر کے آپس میں مزاج پرسی کی۔ اسکے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ
اماری سے اٹھے اور لاٹ صاحب کے ہودج میں تشریف لے گئے۔ راستہ میں انگریزی
فوج نے سلامی دی۔ سلامی لیتے ہوئے مہاراجہ رنجیت سنگھ جب درباری خیمہ کے

قریب پہنچے تو مہاراجہ صاحب نے ہاتھی سے اتر کر تیرہ بڑے بڑے معتمد سرداروں کو ملاقات کے خیمہ میں جانے کی اجازت دی۔ ان تیرہ سرداروں میں کنور کھڑک سنگھ سردار ہری سنگھ نلوہ۔ راجہ دھیان سنگھ۔ راجہ گلاب سنگھ۔ سردار فتح سنگھ اہلووالیہ۔ راجہ ہیرا سنگھ۔ بھائی رام سنگھ۔ بھائی گوبند رام۔ راجہ بھگت سنگھ چند والیہ۔ جمعدار خوشحال سنگھ۔ راجہ اجیت سنگھ لاڈوہ والہ۔ سردار جوالا سنگھ اور سردار دسادا سنگھ تھے باقی سرداروں کو دوسرے خیمہ میں نشست دی گئی۔ اسی طرح لاٹ صاحب کے مصاحبوں میں سے صرف آٹھ بڑے جلیل القدر افسروں کو ملاقاتی خیمہ میں جانے کا شرف ملا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بیچوں بیچ طلائی کرسی پر لاٹ صاحب کے ساتھ رونق افروز ہوئے باقی کرسیاں ادرگرد لگائی گئی تھیں۔ مہاراجہ صاحب کے ساتھ ہی پہلی نشست پر سردار ہری سنگھ نلوہ کو باڈی گارڈ کی جگہ ملی۔ معزز مہمان ایک دوسرے کی زبان سے بالکل ناآشنا تھے۔ چنانچہ فقیر عزیزالدین اور کپتان وڈے صاحب مترجم مقرر ہوئے۔ کافی دیر تک، شوقیہ گفتگو اور مزاج پرسی کی باتیں جاری رہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے زبان مبارک سے اپنے ایک ایک سردار کو لاٹ صاحب کے سامنے پیش کر کے ان کے اوصاف وغیرہ بیان کیے۔ چنانچہ جب وقت سردار ہری سنگھ نلوہ کی باری آئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نے فرمایا کہ یہ مجسم بہادر ہے جس نے میری سلطنت کی مغربی حدود کو شورہ پشت اور خودسر لوگوں سے بچایا ہوا ہے۔ میرے اس سردار کی بہادری اور جانثاری کی تعریف پنجاب ہی نہیں بلکہ افغانستان کے ہر گھر میں ہو رہی ہے۔ لاٹ صاحب نے خندہ پیشانی سے ہاتھ بڑھایا اور بڑے تپاک سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد سرحدی امور اور انتظام کے متعلق سوالات دریافت کیے۔ سردار ہری سنگھ نلوہ نے ہر ایک سوال کا نہایت معقول جواب دیا۔ اس کے بعد لاٹ صاحب نے اپنے مصاحبوں نے اپنے مصاحبوں کے نام اور ہر ایک کے عہدہ کے

علاوہ لیاقت کا ذکر کیا۔ جب باہمی تعارف ہو گیا تو اس کے بعد اکیاون کشتی پارچات بمعہ ایک زنجیر فیل جس پر سرخ مخملی کارچوبی جھول پڑا ہوا تھا۔ اور دو گھوڑے طلائی زین سے مرصع بطور تحفہ کے طور پر ملے۔ لاٹ صاحب بڑے احترام سے اٹھے اس کے بعد عطر و پان تقسیم کیا گیا۔ اور ملاقات کی پہلی تقریب ختم ہو گئی۔ ملاقات بڑی پُر شوکت تھی۔ انگریزی کیمپ میں بڑی چہل پہل نظر آتی تھی۔

اسی طرح ۲۷ اکتوبر ۱۸۳۱ء کو لاٹ صاحب مہاراجہ صاحب سے ادائے مراسم ملاقات باز دید کے لئے شیر پنجاب کے خیمہ میں تشریف لائے۔

اس دن مہاراجہ رنجیت سنگھ کے خیمہ میں خوب تکلف نظر آیا۔ استقبال کے لئے پرنس کھڑک سنگھ، سردار ہری سنگھ نلوہ اور راجہ گلاب سنگھ آگے پہنچے۔ اس کے بعد خود مہاراجہ صاحب پل تک تشریف لائے۔ اس ملاقات میں بھی پندرہ سردار شامل ہوئے۔ گیارہ سرداروں کو کرسیوں پر نشست ملی۔ راجہ دھیان سنگھ جمعدار خوشحال سنگھ اور سردار سوچیت سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے متصل کھڑے رہے۔ دوسری طرف سے صرف چند انگریز ہی اس تقریب میں شامل ہوئے۔ اس ملاقات میں بھی پہلے پر شوکت بات چیت جاری رہی اس کے بعد فریقین نے اپنے نامی گرامی افسروں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔ بعد ازاں مہاراجہ صاحب نے دو شالہ پارچات کے علاوہ سات عدد جواہرات ولائتی تلواریں چند مرصع بندوقیں اور تین گھوڑے زین طلائی کے ساتھ عطا کئے۔

۳۰ اکتوبر کے دن مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاٹ صاحب کو خالصہ فوج کی قواعد دکھائی شام کے وقت مہاراجہ صاحب کی طرف سے پارٹی دی گئی۔ جس میں رقص و سرود کا انتظام تھا۔ بڑی چہل پہل تھی۔ اس تقریب میں لیڈی بینٹنگ بھی شامل تھیں۔ چنانچہ رخصت کے موقعہ پر انہیں خلعت پارچہ اور دو شالہ کے علاوہ آرسی۔ جگنو پہنچی۔ ٹکہ

موتیوں کی مالا اور کئی زیور تحفہ کے طور پہ دیئے۔ اگلے دن اتوار تھا۔ سوموار یکم نومبر کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار ہری سنگھ نلوہ کو ساتھ لے کر انگریزی فوج کی قواعد دیکھی لاٹ صاحب بھی ساتھ ہی تھے۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سپاہیوں نے اعلےٰ قسم کے کرتب دکھائے۔ نشانہ بازی کے جوہر بڑے لاجواب تھے۔ توپ، تفنگ، تیغ رانی، لیموں تراشی، نیزہ بازی وغیرہ کے کھیل بڑے پر لطف رہے۔ جس وقت سردار ہری سنگھ نلوہ مقابل ہوئے تو اس اکیلے سردار کے سامنے راجہ دھیان سنگھ اور جمعدار خوشحال سنگھ دونوں آئے۔ برچھی کی لڑائی ہوئی مگر اس بہادر نے دونوں کو خوب زک پہنچائی۔ تمام کھیل بڑے جانبازی کے تھے۔ سب سے پیچھے خود مہاراجہ صاحب میدان میں اترے۔ سفید گھوڑے پر سوار ہو کر اسے ایسا سرپٹ دوڑایا کہ ایک برنجی لوٹے پر تین بار تلوار کی نوک سے نشانے لگائے مہاراجہ کے کرتب دیکھ کر انگریز افسر بھی دنگ رہ گئے۔ لاٹ صاحب نے دو اپنی توپیں چودہ راس گھوڑوں کے ساتھ مہاراجہ کو نذر کیں۔ اسی روز شام کے وقت لاٹ صاحب کی طرف سے جلسہ کی دعوت تھی۔ جب دونوں جلسے ختم ہو گئے تو ایک عہد نامہ مرتب ہوا۔ جس میں ۱۸۰۹ء کے معاہدے پر مکرر مہر ثبت کی گئی۔ ۲ نومبر کو مہاراجہ رنجیت سنگھ سردار ہری سنگھ نلوہ کی معیت میں لاہور روانہ ہوئے۔ اور شاہی سواری ۶ نومبر ۱۸۳۱ء کو بڑے تزک و احتشام سے لاہور واپس پہنچ گئی۔

راولپنڈی کے علاقہ کی شورش

مہاراجہ رنجیت سنگھ جس وقت سوپڑ سے لاہور تشریف لائے انہیں علاقہ راولپنڈی کی شورش کی خبر ملی اور پتہ چلا کہ شاہوں خاں اور یکہ خاں نے اس علاقہ میں لوٹ مار جاری کر دی ہے۔ ہندو عورتوں اور بچوں کو یہ لوگ زبردستی پکڑ کر لے گئے۔ اور رعایا سخت مصیبت میں گرفتار ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس مہم کو سر کرنے کے لئے سردار ہری سنگھ کو منتخب کیا۔ اور یہ مہم کو شاہی دربار میں ایک عمدہ تلوار سردار ہری سنگھ کو عطا ہوئی۔ تاکہ شاہوں خاں اور یکہ خاں کی گوشمالی کیجائے۔ جس وقت سردار ہری سنگھ لاہور سے روانہ ہوئے تو انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس مہم کے بعد پشاور کی طرف پیش قدمی کی جائے گی۔ سردار ہری سنگھ جس وقت راولپنڈی پہنچے تو کسی بڑے جنگ کی نوبت نہ آئی۔ یکہ خاں کو اس کی جائے سکونت موضع کورہ سے بلا کسی جھگڑے کے گرفتار کر لیا گیا۔ مگر گرفتاری کے بعد اس مفسدہ پردار کو توپ کے سامنے باندھ کر اڑا دیا گیا۔

دوسرے دن شاہوں خاں سرغنہ بھی عیال و اطفال کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ اسے لیجا کر قلعہ ہری پور میں نظر بند کر دیا۔ جب سردار ہری سنگھ نلوہ ہری پور میں پہنچا تو انہیں معلوم ہوا کہ ڈھاکہ دناہ کے ارد گرد باغی جمع ہو گئے ہیں اور لوٹ مار کر کے اتنا اودھم مچایا ہے کہ کسی امن پسند شہری کی جان و مال محفوظ نہیں رہی۔ سردار ہری سنگھ نے فوراً فوج کو کوچ کا حکم دے دیا۔ باغیوں سے پہلے دن

خوب ڈٹ کر مقابلہ ہوا۔ مگر دوسرے دن ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگ نکلے۔ سوار نے سرکشی کا قلع قمع کرنے کے لئے باغیوں کے مکانات گروا دیئے۔ ان مکانوں کی مٹی اور لکڑیوں سے ایک کچی گڑھی تیار کی گئی۔ اور چند سپاہی تعینات کر کے تھانہ مقرر کر دیا گیا۔ باغیوں نے جب اس قسم کی منتظمانہ حالت دیکھی تو وہ پھر آتش غضب میں بھڑک اٹھے۔ بیس ہزار کی بھاری جمعیت کے ساتھ ایک رات انہوں نے سردار ہری سنگھ کے لشکر پر شبخون مارا۔ سردار ہری سنگھ غافل نہیں تھا۔ اس کی فوج زمانہ جنگ کے علاوہ امن کے وقت بھی آمادہ پیکار ہونے کیلئے تیار رہتی تھی رات کے دو بجے کا وقت تھا پکٹ کے ایک سوار نے دشمن کی آمد کے آثار دیکھے۔ فوراً سردار ہری سنگھ نلوہ کو اطلاع دی گئی۔ سردار نے اسی عالم میں خاموشی سے فوری تیاری کا حکم دے دیا۔ زور آزمائی کے لئے خالصہ فوج تیار ہو گئی۔ جس طرف سے دشمن آ رہا تھا اس کے عقب پر حملہ ہونے کا پروگرام طے ہوا۔ سامنے سے پہرہ ہٹا لیا گیا۔ جس سے دشمن کو یہ معلوم ہو جائے کہ خالصہ فوج غافل ہے۔ جس وقت دشمن عین زد میں آ گیا۔ اس وقت سواروں کے ایک دستہ نے دشمن کا پہلو بچا کر حملہ آوروں کے پچھلی طرف مارچ شروع کر دیا۔ چنانچہ جس وقت دشمن عین زد میں آ گیا۔ اور اسے یقین ہو کہ بے خبری میں کام بننے والا ہے۔ تو ادھر پچھلی طرف سے حملہ شروع ہو گیا۔ دشمن کے اوسان خطا ہو گئے۔ فوج میں زبردست بھگدڑ مچ گئی۔ خالصہ فوج کے سوار ایسے ٹوٹ پڑے تھے۔ کہ دشمن کا ایک سپاہی بھی زندہ سے نہ بچ سکا۔ حلقہ بڑا مضبوط تھا۔ ہر طرف خالصہ جوان آہنی دیوار کی طرح ڈٹے ہوئے تھے۔ ابھی رات کا ہی عالم تھا۔ سردی کڑاکے کی پڑ رہی تھی۔ بندوقوں نے اتنی آتشناک بارش کی کہ رات کی تاریکی دن کی روشنی میں تبدیل ہو گئی۔ دشمن کو کچھ سوجھتا نہیں تھا۔ کیا کرے اور کدھر جائے ایسی بھگدڑ دیکھی گئی کہ دشمن کو سر چھپانے کی جگہ نہ ملی۔ خالصہ بہادروں نے دوڑتے بھاگتے دشمن کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ صبح کے وقت جب مقتولین مجروحین کا شمار ہوا تو پتہ چلا کہ ساڑھے گیارہ سو سے بھی زائد دشمن کھیت رہے۔

پائندہ خاں کی سرکوبی

ریاست امب کے حکمران پائندہ خاں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اطاعت گذاری کی وجہ سے سردار ہری سنگھ نے سید احمد سے اس کی مخلصی کروائی تھی۔ اور وہ تمام علاقے واپس لے دیا تھا جس پر خود ساختہ مہدی نے قبضہ کر لیا تھا۔ دریائے سندھ کے وار پار دونوں طرف پائندہ خاں کا علاقہ پھیلا ہوا تھا۔ لیکن جس وقت سید احمد کا خاتمہ ہو گیا تو اس کے ذہن سے اپنے دینی دشمن کا خوف دور ہو گیا۔ ہوائے خودسری نے یہاں تک نوبت پہنچائی کہ اس نے وعدہ خلافی پہ کمر باندھ لی۔ اور سرکشی اختیار کر لی۔ اسوقت سردار ہری سنگھ نلوہ ہزارہ کے علاقہ میں نہیں تھا۔ اس نے اس موقعہ کو غنیمت شمار کیا اور ہزارہ کے علاقہ کے قطعہ قادر آباد اور کریلیاں قبضہ میں لے لیئے یکہ خاں اور شاہو خاں کی سرکوبی کے بعد سردار ہری سنگھ نلوہ نے سب سے پہلے قادر آباد کی طرف رجوع کیا۔ چیدہ اکالی سرداروں اور پیدل دستوں کے علاوہ توپ خانہ لے کر محاصرہ بول دیا۔ کئی دن تک جنگ کی صورت تبدیل نہ ہوئی۔ محاصرہ ہی قائم رہا۔ قلعہ فتح ہونے کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ قلعہ دریا کے پار تھا۔ اور پائندہ خاں کی دو توپیں جو اس نے دریا کے پار اوٹ میں لگائی ہوئی تھیں قلعہ کے چاروں طرف وار کرتی تھیں۔ حملہ آور قلعہ کے قریب پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ بھلا یہ پہنچ ہی کس طرح سکتے سخت مشکل کا سامنا تھا۔ کئی دن کے بو۔

سردار ہری سنگھ کو اچانک ایک بات سوجھی - پائیندہ خاں کا بیٹا جہاں داد خاں ان کے پاس یرغمال کے طور پر موجود تھا - انہوں نے جہاں داد خاں کو پائیندہ خاں کی توپ کی زد میں نشانہ کے طور پر باندھ دیا - جسطرح مرزا کامران نے ہمایوں کے حملہ کے وقت کابل کے قلعہ کی دیوار پر شہزادہ اکبر کو بٹھا دیا تھا - یہ معاملہ بھی عین اسی نوعیت کا تھا - پائینداخاں نے پہلے تو دلیری دکھائی اور اس کی کوئی پرواہ نہ کی - مگر آخر کار سردار ہری سنگھ کا جادو چل گیا - پائیندہ خاں پر بیٹے کی محبت غالب آئی - اس نے مجبور ہو کر صلح کا ہاتھ بڑھایا - اور تنادر آباد اور گرملیاں کا قلعہ واپس دے کر سردار ہری سنگھ سے معافی کا طلب گار ہوا - ہری سنگھ نلوہ نے باغی دشمن کو بڑی فراخ دلی سے معاف کر دیا -

پنج تار کی جنگ

یہ لڑائی بڑی مشہور ہے۔ خالصہ تاریخ میں اس دشوار گذار مقام کی لڑائی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ پنج تار کو سید احمد نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا تھا اگرچہ اس وقت سید احمد کا قلع قمع ہو چکا تھا اور اس کے معتمد پیروکار پیر پنج تار سے رفو چکر ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی اس علاقہ کے لوگ خودسری اور بغاوت غالب ہونے سے شرارت اور بغاوت پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ ان کا ہیڈ کوارٹر پنج تار کا دشوار گذار مقام تھا۔ اس قدرتی پناہ گاہ سے انہیں کافی تقویت ملتی تھی۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ملتی تھی۔ اگرچہ سردار ہری سنگھ کا محکمہ جاسوسی کافی منظم تھا۔ مگر اس مقام کی خبر اس کو بھی بہت کم ملتی تھی۔ انہیں ہر وقت پنج تار کے حالات کی جستجو رہا کرتی تھی۔ ۲ ہاڑ ۱۸۸۸ سمت کو اٹک کے مقام پر سردار ہری سنگھ نلوہ کو خبر ملی کہ بیس ہزار باغی پنج تار میں آمادۂ بغاوت ہیں۔ عنقریب علاقہ میں فتور مچ جائے گا اور بدنظمی کی وجہ سے رعایا کی جان و مال پر آ بنے گی۔ سردار ہری سنگھ کو پنج تار کے دشوار گذار راستہ کا پورا پورا علم تھا۔ مگر حملہ کیا جائے تو کس طرح اور باغیوں کی سرکوبی ہو تو کس طریقہ سے۔ کوئی تدبیر نظر نہیں آتی تھی۔ آخر کار

کشتی خدا پہ چھوڑ دو لنگر کو توڑ دو
احسان ناخدا کا اٹھائے میری بلا

پر عمل کیا گیا۔ سردار ہری سنگھ نے اپنے جانفروش چیدہ بہادروں کو لے کر اعلان جنگ کر دیا۔ دشمن کا خیال تھا کہ پنجتار غیر مفتوح مقام ہے یہاں کوئی غنیم پہنچ ہی نہیں سکتا۔ انہیں یہ خواب میں بھی خیال نہیں تھا کہ ہری سنگھ نلوہ یہاں پر بھی چڑھ دوڑے گا۔ چنانچہ دشمن بے خبری کے عالم میں مست پڑے تھے۔ اچانک اس وقت انہیں جا کر خبر ملی جب سردار تاخت و تاراج کرتا ہوا طوفان کی تیزی کے ساتھ عین سر پر پہنچ گیا۔ سردار ہری سنگھ کی آمد کا نام ہی کافی تھا۔ باغی لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ ہوش گم ہو گئے۔ ہر طرف گھبراہٹ نظر آنے لگی۔ مگر جب انہوں نے قلعہ کی بلند گھاٹی سے یہ دیکھ لیا کہ خالصہ فوج نہایت قلیل مقدار میں ہے اور راستہ دشوار ہے۔ علاوہ بریں وہ لوگ اپنی توپیں بھی ساتھ نہیں لائے تو کہیں جا کر ان کے ہوش ٹھکانے آئے۔ باغیوں نے بھی کمر ہمت باندھ لی۔ بندوقوں سے گولیاں چلانے لگ گئے۔ دوسری طرف سے ہری سنگھ کی فوج بھی ترکی بہ ترکی جواب دینے لگی۔ خوب گھمسان کا رن پڑا۔ خالصہ فوج کو تین طرف سے گھیرا ڈال کر دشمنوں نے گھیر لیا۔ مگر جن مٹھی بھر بہادروں کو دشمن نے حقیر خیال کیا تھا۔ انہوں نے افغانوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلایا۔ کاٹ کاٹ کر میدان لاشوں سے پاٹ دیا۔ نشیب کی طرف خون بہنے لگ گیا۔ پٹھان زخمی غازیوں کو بلند کر کے اپنے ساتھیوں میں جوش غضب بھرنے لگے۔ لڑائی کی تیزی میں کوئی فرق نہ آیا۔ دشمنوں کی تعداد کم ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ بندوقیں اور تیر و تبر بیکار پڑے تھے۔ اب اگر کام دے سکتی تھی تو تلوار ہی تھی۔ رہ رہ کر لڑائی جاری تھی جوں جوں دن غروب ہوتا جاتا تھا دونوں طرف کے سرفروش بہادر بڑھ چڑھ کر جوش سے وار کرتے جاتے تھے۔ ہر ایک فریق یہ چاہتا تھا کہ آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے کسی طرح میدان ہمارے ہی ہاتھ میں رہے۔ کوئی بھی پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ آخر کار خالصہ فوج کاٹ مار کرتے کرتے تھک کر چور ہو گئی۔ سردار ہری سنگھ جنگی احکام

جاری کر رہا تھا فوراً معاملہ کو بھانپ گیا۔ اسنے یہ دیکھ کر تلوار میان سے نکالی اور نعرہ زن ہو کر ست سری اکال سے میدان کو لرزہ براندام کر دیا۔ اب کیا تھا۔ ایک ایک ہاتھ سے دو دو دشمن صاف ہونے لگے۔ نلوہ بہادر جس طرف بھی نکل جاتا دشمنوں کی صفیں الٹ دیتا تھا۔ دشمن بھی ہری سنگھ کو آتا دیکھ کر شور مچاتا ہوا آگے آگے بھاگ نکلتا تھا یہ دیکھ کر خالصہ فوج کے دل دو گنے ہو گئے۔ سب کے سب اپنے بہادر سردار کے نقش قدم پر چل کر زور سے حملہ آور ہوئے۔ دشمن اس بار طوفانی حملہ دیکھ کر لرز اٹھا۔ پاؤں جمنے نہ رہے۔ اب راہ فرار اختیار کرنے کے علاوہ اور چارہ ہی کیا تھا۔ دشمن تھک گیا تھا۔ آفتاب گوشہ مغرب میں کنارہ گیر ہو چکا تھا۔ کسی کو ہاتھ سے ہاتھ دکھائی دیتا نظر نہیں آتا تھا۔ دوست دشمن کی تمیز نہیں رہی تھی۔ مگر اسکے باوجود خالصہ فوج برق رفتاری سے کام لئے جاتی تھی۔ دشمن بھاگ نکلا۔ اسے پناہ کیلئے کوئی محفوظ مقام نظر نہ آیا۔ تاریکی غالب ہو جانیکی وجہ سے اس موقعہ پر تعاقب نہ کیا جا سکا۔ دوسری طرح سردار ہری سنگھ کے پیچھے پیچھے بہادروں نے ارد گرد کے علاقہ پر حملہ شروع کر دیا تھا۔ پنجتار اور اسکے ملحقہ دیہات پر فتح حاصل ہوئی۔ مفسدہ پرداز لوگوں کے دیہات لوٹ لئے گئے اور سرغنہ لوگوں کے مکان جلا دیئے گئے اگرچہ دشمن کو اس معرکہ میں سخت شکست کا سامنا کرنا پڑا مگر اسکے باوجود خالصہ فوج نے ساری رات محتاط رہ کر گذاری۔ پنجتار کی فتح بڑی اہمیت رکھتی تھی اس لڑائی نے خالصہ فوج کی بہادری اور شہرت نے یوسف زئی علاقہ کے لوگوں کو بھی خوفزدہ کر دیا۔ ہر طرف ہری سنگھ کے نام کا تھلکہ مچ گیا۔ سینکڑوں گھر بے چراغ ہو گئے۔ ہزاروں مائیں اپنے پیارے بیٹوں کی موت کو یاد کر کے پیٹنے لگیں۔ نوجوان عورتوں نے بیوگی کا ماتمی لباس پہنا۔ یوسف زئی کے علاقہ میں برسوں سے ایسی حالت دیکھنے میں نہیں آئی تھی اس علاقہ کے لوگ۔ سخت خودسر مفسدہ پرداز تھے اور ان لوگوں کا دعویٰ تھا کہ دشمن ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ پنجتار کی فتح کے بعد علاقہ میں امن قائم ہو گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایک تیز رو آدمی زرمن سنگھ کے ذریعہ کامیابی کی خبر پہنچائی گئی۔ وفور مسرت سے مہاراجہ صاحب نے [illegible] کو سرمع طلائی کڑوں کی جوڑی انعام میں دی اور سردار ہری سنگھ کو اس عظیم الشان فتح کے صلہ میں خلعت فاخرہ ارسال فرما کر سرفراز کیا گیا۔

گکھڑوں کی سرکوبی

یوسف زئی کے علاقہ میں خالصہ حکومت کا دبدبہ بیٹھ گیا۔ قریب جوار کے لوگ بھی خوفزدہ ہو گئے سرکشوں کو سر اٹھانے کی جرات نہ رہی۔ ہر طرف امن اور اطمینان نظر آنے لگا۔ سردار ہری سنگھ کو بھی آرام کا سانس ملا۔ پنجتار کی کامیاب مہم کے بعد صدر مقام ہری پور میں جشن فتح منایا گیا۔ جو ماہ بعد چند خانگی امور کے پیش نظر سردار ہری سنگھ کو گوجرانوالہ جانے کی ضرورت پڑی۔ اسوج کا سارا مہینہ گوجرانوالہ میں ہی گذر گیا۔ کاتک میں یوسف زئی کے علاقہ سے بہت سے قیمتی تحائف اور گھوڑے وغیرہ دربار شاہی میں نذر دینے کیلئے پہنچ گئے۔ تمام تحائف کو لیکر سردار ہری سنگھ نلوہ لاہور پہنچا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک بڑا دربار آراستہ کر کے سر دربار سردار ہری سنگھ نلوہ کی بہادری اور اعلیٰ خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ پنجتار کی کامیابی کی دوبارہ خوشیاں منائی گئیں۔ سردار نے بھی مناسب طور پر شکریہ ادا کیا۔ اسکے بعد ہزارہ کی طرف روانہ ہونیکا پروگرام طے پایا۔ ۲۵ کاتک سمت کو ساہانی ضلع جہلم کے مقام پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار کی فوج کا معائنہ کیا۔ ۲۶ کاتک کو فوجی قافلہ چکوال پہنچ گیا۔ مہاراجہ صاحب نے یہاں ایکنے بدست سیار کیا۔ سردار ہری سنگھ کو اسکی صوبہ الشمال کی کامیابیوں کے صلہ میں انعامات کا سلسلہ جاری ہوا۔ ایک بیش قیمت خلعت عنایت کی گئی۔ ایک زنجیر فیل اور ایک عمدہ گھوڑا مع طلائی ساز و سامان کے سردار صاحب کو ملا۔ اسکے ساتھ ہی ہزارہ کے علاوہ پشاور اور یوسف زئی کی حکومت بھی سپرد ہو گئی۔

اگرچہ ہزارہ کے تمام علاقہ پر ہری سنگھ نلوہ کی حکومت تھی اور ہر جگہ خالصہ حکومت کا پرچم لہراتا تھا۔ مگر خان پور کے بڑے نامور رئیس راجہ نجف علی اور گوہر علی ابھی تک مطیع و منقاد نہیں ہوئے تھے۔ یہ دونوں راجے دربار لاہور کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ انکے دربار کیلئے نذرانے بھی بڑی مشکل سے

وصول ہوا کرتے تھے۔ انکی خودسری یہاں تک آپہنچی تھی کہ وہ دربار لاہور سے تعلق رکھنا بھی کسرِ شان
خیال کرنے لگ گئے۔ سادہ لوح گکھڑوں کو جو انکے ہم قوم تھے اور زیادہ تر جاہل تھے۔ ان نحوست پرستوں
کے بہکاوے میں آگئے۔ علاوہ بریں پشاور کا کوچ بولتے ہوئے جب شاہی فوج نے راولپنڈی کے مقام
پر پڑاؤ ڈالا تو سردار میہاں سنگھ کا پروانہ ملا۔ تحریر افسوسناک واقعات کی مظہر تھی۔ پتہ چلا کہ راجہ نجف علی
اور گوہر علی نے سرکشی اختیار کر لی ہے۔ تقریباً نذرانے ابھی تک نہیں دیئے۔ سردار ہری سنگھ نے اس خط کے
ملتے ہی راجہ نجف علی اور گوہر علی کو ایک خط لکھا اور خودسری سے باز رہنے کی ہدایت دی۔ مگر ان لوگوں
پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر سردار ہری سنگھ نلوہ نے اپنے قائمقام سردار میہاں سنگھ کو حکم بھیجا کہ میں
خودسر فتنوں کی سرکوبی کیلئے آرہا ہوں۔ تم بھی اپنی فوج کو لے کر دوسری طرف سے خانپور پر حملہ کر
دو۔ سردار نے خالصہ فوج کے جانباز دلاوروں اور اکالیوں کو لیکر کوچ بول دیا۔ ایک دستہ سیدھے
راستہ سے اور دوسرا دستہ کو سرائے کالا سے بیجگرمٹھ کے راستے خانپور کی طرف روانہ کر دیا۔ چاروں
طرف سے خانپور پر یلغار بول دی گئی۔ گکھڑوں نے جب سردار ہری سنگھ کے فوج کشی کرنے کی
خبر سنی تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ شکست تسلیم کرنیکے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ خانپور
کا سب علاقہ سردار کے قبضہ میں آگیا۔ باغی لوگ کوہستان کے ویران جنگلوں کیطرف بھاگ
گئے۔ اور خانپور کا علاقہ خالصہ دربار کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ فی الفور وہاں ایک حفاظتی
قلعہ کی تعمیر کی گئی۔ اور فوج کا ایک بڑا دستہ تعینات کر دیا۔ جب قلعہ میں فوجی چوکی بیٹھ گئی
تو وہاں ایک تھانیدار کا تقرر عمل میں آیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں خانپور کی فتح
کی خبر روانہ کی گئی۔ مہاراجہ صاحب نے قاصد کو پانچ ہزار روپیہ انعام دیا۔ اور سردار کو مبارکباد
روانہ کی۔ سردار ہری سنگھ نے خانپور کی مہم سے فارغ ہو کر پشاور کی طرف کوچ کیا اور
اس علاقہ پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

پشاور پر قبضہ

ترگنی پہاڑی کی جنگ کے بعد پشاور دربار لاہور کے ماتحت ہو چکا تھا۔ ہر سال نذرانے اور تحائف آتے رہتے تھے۔ ہزارہ وغیرہ کے علاقہ کی مہمات کے زمانہ میں ضرورت کے وقت فوجی امداد بھی مل جاتی تھی۔ لیکن ابھی تک پشاور پر خالصہ فوج کا کل قبضہ نہیں ہوا تھا۔ پشاور پر بارک زئی سرداروں کا ہی قبضہ تھا۔ دوسری طرف افغانستان کی خودسر اور آزاد ریاست تھی۔ مذہبی جوش کے عالم میں بارک زئی اور دوسرے پٹھان مل کر علاقہ کے ہندوؤں اور سکھوں کو اذیت پہنچانے سے باز نہیں آتے تھے۔ کابل کی حکومت کی امداد اور مذہبی تعصب کی بنا پر ہندو رعایا پر سختیاں کی جاتی تھیں۔ سولہ سال کی عمر سے لے کر ہر جوان اور بوڑھے کو ایک روپیہ فی کس سالانہ جزیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ کنواری لڑکیاں اور بیمار تک جزیہ کی زد سے بچے ہوئے نہیں تھے۔ ہندو بچارے بے بسی کے عالم میں تھے۔ اچانک جزیہ کی رقم بڑھ کر تگنی ہو گئی۔ بیوہ اور غریب ہندو عورتوں کے جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں بے حرمتی کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ غرضیکہ جو وقت حد سے زیادہ ظلم بڑھنے لگ گیا اور دربار لاہور کو لگاتار شکایتیں ملنے لگیں تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دسہرہ کے سالانہ جشن کے بعد ایک کثیر فوج ظالموں کی بیخ کنی اور سرکوبی کیلئے روانہ کی۔ لشکر جرار کی کمان پر کنور نونہال سنگھ اور جرنیل ہری سنگھ نلوہ کا تقرر عمل میں آیا۔ کنور نونہال سنگھ تو صرف شاہی خاندان کی ناموری کے لئے تعینات تھے۔ فوج کشی کی تمام تر ذمہ داری حقیقی طور پر ہری سنگھ پر ہی تھی۔ کیونکہ اس مشکل

کام کو خوش اسلوبی سے بنھانے کی اس کے علاوہ اور کسی سردار اور جرنیل میں صلاحیت ہی نہیں تھی۔ سردار ہری سنگھ اگرچہ اسوقت لاہور میں نہیں تھے۔ مگر جس ٹھاٹھ سے خالصہ فوج نے مکمل تیاری کے بعد کوچ کیا۔ اس کی نظیر پنجاب کی تاریخ سے نہیں ملتی۔ نقاروں دماموں اور باجوں کی پر شوکت آواز میں فوج راوی کے پار پہنچی۔ شاہی فوج کے آگے آگے جرنیل ہری سنگھ کے لئے اس مہم کی خلعت جا رہی تھی۔ اکوڑہ کے مقام پر جرنیل ہری سنگھ اس مہم میں شامل ہو گئے۔ اور فوج کی ڈیوٹی کا چارج سنبھال لیا۔ خالصہ بہادروں کا طوفان تھا جو نہایت سرعت رفتاری سے منزلیں سر کرتا جا رہا تھا۔

پشاور میں جب جرنیل ہری سنگھ کی فوج کشی کی خبر پہنچی تو سخت بے چینی پیدا ہو گئی۔ ناظمان پشاور کے لئے حیرت انگیز کشمکش کا سامنا تھا۔ ہری سنگھ سے مقابلہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ دوسری طرف پشاور چھوڑنے کے لئے بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوا۔ کافی دیر تک تراکیب اور دلائل کا بازار گرم رہا۔ آخر کار یہ طے پایا کہ پسپائی اختیار کر لی جائے اور جس قیمت پر بھی بن پڑے بھاگ کر جان بچالی جائے۔ ناظمان پشاور نے اسی وقت اپنے عیال و اطفال کو خفیہ روانہ کر دیا اور خود بھاگنے کی تیاریوں کو سرگرمی سے تیز کرنے لگ گئے۔ ہری سنگھ کی فوج کے جوں جوں نزدیک آنے کی خبر پہنچتی تھی ہوش گم ہوتے جاتے تھے۔ بے قراری اور بے چینی سے کوئی راہ نجات نظر نہیں آتی تھی۔ کبھی یہ سوچتے کہ ابھی خالصہ فوج اتنی قریب نہیں ہے۔ اور کبھی یہ خیال کرنے لگ جاتے کہ ہری سنگھ آیا کہ آیا۔ منٹ منٹ میں بھاگنے کی صلاح بنتی اور ملتوی ہو جاتی تھی۔ دق کے مریض کی طرح آخری دم تک امید کا دامن پکڑے ہوئے یہ لوگ تنگ آ گئے۔ کئی بار ہاتھیوں گھوڑوں کو زین کسنے اور اتارنے کا حکم ملا۔ ہری سنگھ کا ارادہ نہیں تھا کہ ماتحت ناظم کی بے دخلی کے لئے زیادہ شور و شر اور لڑائی جھگڑا کیا جائے۔ کیونکہ شاہی دبدبہ اور رعب اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ ماتحت خود بخود ہی احکام پر وست بردار ہو جائے۔ اس لئے اس نے حکمت عملی سے کام

نکالنے کی تدبیر سوچی۔ پشاور کے ہندو امراء اور عوام پہلے ہی سکھوں کا خیر مقدم کرنے پر آمادہ تھے۔ اس کے علاوہ شیعہ مسلمان جن کو بارک زئی پٹھانوں نے جبر و ظلم سے تنگ کر دیا تھا وہ بھی ہری سنگھ نلوہ سے ملتجی ہوئے اور پناہ طلب کی شیعہ جماعت کا لیڈر غلام جہان خاں تھا۔ اس کے علاوہ شہر کے ہندوؤں نے ایک الگ درخواست جرنیل ہری سنگھ کو روانہ کی کہ ہمیں ان ظالموں کے دست برد سے رہائی دی جائے۔ سب ہندو تہ دل سے خالصہ فوج اور حکومت سے تعاون کے لئے آمادہ ہیں۔ جب یہ درخواستیں ہری سنگھ نلوہ کو مل گئیں۔ تو انہوں نے سلطان محمد خاں ناظم اعلےٰ پشاور کو حکم بھیجا کہ کنور نونہال سنگھ شہر کا معائنہ کرنا چاہتے ہیں۔ اسلئے فی الحال آپ لوگ اپنے بھائیوں کو لے کر علی مراد خاں کے باغ میں چلے جائیں سلطان محمد خاں ناظم اپنے ظلم کی حد کو پہچانتا تھا۔ جرنیل ہری سنگھ کا حکم ملتے ہی جان میں جان آئی۔ فوراً شہر خالی کر کے علی مراد خاں کے باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ خالصہ فوج سارے شہر پر چھا گئی۔ اور خالصہ حکومت کا پھریرا پشاور کی دیواروں پر لہرانے لگ گیا۔ جسوقت خالصہ فوج شہر میں داخل ہوئی صرف حاجی خاں نے اپنے فوجی دستہ کے ساتھ کچھ مزاحمت کی۔ مگر چند منٹ میں ہی اس کا معاملہ ختم ہو گیا۔ خالصہ فوج نے دشمنوں کو مار مار کر بھگا دیا۔ سارے شہر کے ہندو سکھ اور شیعہ لوگوں نے خوشیاں منائیں۔ اور گھی کے چراغ جلائے۔ صرف بارک زئی ناظموں کے چیدہ حامی تھے۔ جن پر مردنی چھائی رہی۔ مگر وہ یہ جرأت نہ کر سکے کہ کسی قسم کی مزاحمت کرتے یا کوئی ایسا فعل سرزد کرتے جس سے ان کی مخالفت کا عوام اور خالصہ فوج کو علم ہوتا۔ جرنیل ہری سنگھ کی تدبیر سے بلا مزاحمت پشاور پر قبضہ ہو گیا۔ مالیہ کی تشخیص جاری ہو گئی۔ محاسبان مال نے ہر قسم کی ضمنیاں تیار کرنی شروع کر دیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ خدشہ باقی تھا کہ کہیں کابل سے غنیم کمر بستہ ہو کر نہ آ جائے۔ اس لئے لاہور سے ایک عرصہ تک مسلسل فوجیں آتی رہیں۔

خالصہ بہادروں نے سرحد کے صدر مقام پر سختی سے پاؤں جما لئے۔ مگر چونکہ عرصہ سے پنجاب کے لوگوں پر افغانی بھوت سوار رہا تھا اور سینکڑوں برسوں سے شورش پسند پٹھان لوٹ مار کرنے کے لئے آجاتے تھے۔ اس لئے خیالی خوف کی وجہ کچھ بزدل فوجی چھپ کر بھاگنے لگ گئے۔ ہری سنگھ کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو انہوں نے دریائے اٹک کے گھاٹ پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی منظوری سے کنور کشمیرا سنگھ کو ایک فوجی دستہ کے ہمراہ مقرر کر دیا اور انہیں حکم دے دیا کہ میرے دستخطی احکام کے علاوہ اگر کوئی آدمی اٹک سے پنجاب کی طرف جانے کے لئے یہاں پہنچے۔ تو اسے روک کر واپس کر دیا جائے اس کے عہدہ اور افسری کا پاس نہ کیا جائے۔ اس حکم کا اثر بہت اچھا رہا۔ چند لوگوں کے بھاگنے سے فوج میں جو بزدلی پیدا ہونے لگی تھی وہ رک گئی اور خالصہ فوج نے پوری استقامت سے ہر قیمت پر اس علاقہ کی آزادی برقرار رکھنے کا تہیہ کر لیا۔

امیر دوست محمد خاں والئے کابل کو جب پشاور کی غیر متوقع فتح کی خبر ملی تو وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ پہلے یہ خیال کئے بیٹھا تھا کہ کسی طرح اٹک کا قلعہ دربار لاہور سے چھین لیا جائے۔ مگر اب جب کہ خالصہ فوج بالکل قریب پشاور تک پہنچ آئی تھی اور پوری کامیابی سے فتح کے ڈنکے بجا رہی تھی دوست محمد خاں کی گھبراہٹ زیادہ بڑھ گئی۔ جرنیل ہری سنگھ کو مرعوب کرنے اور باتوں ہی باتوں سے فریب دینے کے لئے اس نے ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ اگر پشاور کے علاقہ کا انتظام میرے سپرد کر دیا جائے تو دربار لاہور کو بڑی آسانی ہو گی۔ نذرانے تحائف اور بیش قیمت گھوڑے دینے کے لئے آمادہ ہوں۔ لیکن اگر میری درخواست منظور نہیں ہے تو پٹھانوں کی لاتعداد فوج پوری استقامت سے غازیوں اور مجاہدوں کو لے

کر میدان جنگ میں نازل ہو جائے گی۔ اس حالت میں تلوار خود بخود فیصلہ کر دے گی کہ پشاور کا علاقہ حکومت لاہور کے زیر نگیں رہنے کے لئے تیار ہے یا کابل کے ماتحت۔ یہ ہری سنگھ ان سیاسی چالوں کو جانتا تھا۔ وہ فریب میں نہیں آ سکتا تھا۔ پنجاب کے نلوہ جرنیل نے جواب دیا کہ آپ کو پشاور کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ اس ناممکن خیال کو دل میں بھی نہ لایئے۔

"اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ — اگر جنگ جوئی نیا دم درنگ"

امیر دوست محمد خاں نے جب یہ جواب سنا تو جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اور کر ہی کیا سکتا تھا۔ کثیر التعداد فوج لے کر جنگ کے لئے بگل بجاتا کابل سے پشاور کی طرف کوچ کرنے لگ گیا۔ راستہ میں ہر جگہ دعائیں مانگی جانے لگیں مزاروں پہ نذر و نیاز چڑھنے کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اردگرد سے مذہبی جہاد کے نشہ میں مست مجاہد سر پر کفن باندھ باندھ کر فوج میں شامل ہونے لگے۔ پٹھانوں کی فوج مارچ کرتی کرتی خیبر کے درہ کے متصل پہنچ گئی۔ دوسری طرف جرنیل ہری سنگھ نے بھی اپنی فوج کے تین کالم بنا کر پشاور سے خیبر تک فوجوں کے پرے باندھ دیئے اگرچہ مورچہ بندی کے سلسلہ میں چھوٹے چھوٹے قبیلوں کے پٹھانوں نے مزاحمت کی مگر خیبر تک کوئی قابل ذکر جنگ نہ ہوئی۔ پشاور پر امیر دوست محمد خاں کی یلغار کی خبر سن کر خود مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور سے طوفانی دستے لے کر پشاور پہنچ گئے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے قریبی مشیر فقیر عزیز الدین اور سلطان محمد خاں سابق ناظم پشاور کو امیر دوست محمد خاں کے پاس بھیجا۔ کہ اس لڑائی سے والئے کابل کو کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس لئے جنگ و جدل سے باز رہنا چاہیئے۔ تاکہ خلق خدا کا ناحق خون نہ ہو۔ امیر دوست خاں نے فقیر عزیز الدین کی باتیں پوری توجہ سے سنیں اور خود مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ذاتی ملاقات کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر بعض بدطینت لوگوں نے ایسے

بدظن کر دیا۔ فقیر عزیز الدین تو شاہی پیام رساں تھے۔ امیر دوست محمد خاں نے جنگ کے اصولوں کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتے ہوئے فقیر صاحب کو قید کر لیا اس کے علاوہ اپنی جان کو بچانے کے لئے خیبر کے مورچہ کی بجائے درہ کے پار چلا گیا۔ اور وہاں سے جنگ کے احکامات جاری کرنے پر تل گیا۔ سلطان محمد خاں نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ کسی نہ کسی طرح فقیر صاحب کو دشمنوں کے چنگل سے بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ جرنیل ہری سنگھ نے جب دوست محمد کے درہ خیبر سے پار بھاگ جانے کی خبر سنی تو فی الفور تعاقب کا حکم دے دیا۔ چونکہ دوست محمد کافی دور نکل گیا تھا اس لئے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

امیر دوست محمد خاں کے تعاقب سے ایک دن پہلے جرنیل ہری سنگھ نے پراپیگنڈا کے طور پر مشہور کر دیا کہ لاہور سے کافی کمک آرہی ہے۔ اور بہت جلد پشاور پہنچ جائے گی۔ رات کے وقت اس نے پروگرام تیار کر کے فوج کے تین کالم بنائے گئے۔ اور ہر ایک کالم میں یہ خفیہ حکم روانہ کیا کہ ایک ایک گھنٹہ کے بعد پہلے لیڈر۔ کے کالم میں "واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح" کا پرزور نعرہ بلند کیا جائے۔ اس کا جواب درمیانی کالم دے اور درمیانی کالم کا جواب آخری کالم دے۔ جو درہ خیبر کے قریب پڑاؤ ڈالے پڑا ہے۔ چنانچہ اس رات یہی سلسلہ جاری رہا اور نعروں سے آسمان گونج اٹھا۔ دوست محمد خاں نے جب ساری رات اس قسم کے مہیب نعرے سنے تو اس نے خوفزدہ ہو کر اپنے جاسوسوں کو بلا کر ان نعروں کے متعلق استفسار کرتے ہوئے دریافت کیا "سکھوں کی فوج میں آج یہ غیر معمولی شور کیا سنائی دے رہا ہے؟"

ہیڈ جاسوس نے جواب دیا "حضور سکھ لوگ باہم سلام پیام کر رہے ہیں"

امیر نے پھر پوچھا "لیکن میری سمجھ نہیں آیا کہ جب یہ لوگ ایک دوسرے

کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں تو پھر بار بار یہ سلام کلام کیا معنی رکھتا ہے؟"

جاسوس نے کہا" کل یہ سننے میں آیا تھا کہ لاہور سے ہری سنگھ کی مدد کے لئے کثیر التعداد فوج آ رہی ہے۔ غالباً کمک کے دستے رات بھر آتے رہے ہوں اور باہم سلام و پیام ہوتے رہے ہوں۔"

امیر نے یہ سن کر حیرت زدہ ہو کر مکرر دریافت کیا" مگر کیا ساری رات فوج آتی رہی ہے؟"

جاسوس خصوصی نے کہا" کیا عجیب! سکھوں کی فوج کا کیا ٹھکانہ ہے۔ کیا وہ کسی شمار قطار میں آسکتی ہے حضور! لاتعداد فوج ہے۔"

امیر دوست محمد خاں یہ جواب سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔ اب اس کے لئے فرار کے علاوہ اور چارہ ہی کیا تھا؟

جس وقت امیر دوست محمد خاں بھاگ گیا۔ تو پٹھانوں کے باقی حواری بھی خاموش ہو گئے۔ امن و امان ہو گیا۔ کسی قسم کی بدنظمی اور شورش باقی نہ رہی۔ کنور شیر سنگھ کو پشاور کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ راجہ گلاب سنگھ فنانشل کمشنر کے عہدہ پر تعینات ہوئے۔ سلطان محمد خاں بارک زئی سابق گورنر پشاور کو غداری کے صلہ میں کوہاٹ میں ایک لاکھ روپے کی جاگیر دی گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی اس موقعہ پر پشاور میں ہی تھے۔ دربار عام کیا گیا اور خالصہ فوج نے خوشی کے عالم میں اہالیان شہر سے اس حد تک محبت کا اظہار کیا کہ ہندو مسلم اور سکھ لوگ جشن مسرت میں امیر دوست محمد خاں اور پٹھانوں کی یلغار کو بھول گئے۔

پشاور پر قبضہ کی تکمیل کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سردار ہری سنگھ نلوہ فارغ ہو کر لاہور روانہ ہوئے۔ ہری سنگھ نلوہ جب گوجرانوالہ پہنچے تو انہوں نے یہاں ہی قیام کیا۔ پشاور کی فتح کی تقریب کے سلسلہ میں نذرانے دیئے گئے

ایک راس اسپ معہ طلائی زین کے دربار شاہی میں جرنیل ہری سنگھ نے ہبینٹ کیا۔ اور گیارہ سو روپیہ ضیافت کے لئے کنور نہال سنگھ کو دیا گیا۔ باقی سرداروں اور فوجی افسروں کو بھی تحفے تحائف دے کر ایک اعلےٰ درجہ کی ضیافت کی گئی

جرنیل ہری سنگھ جس وقت گوجرانوالہ آئے ہوئے تھے پیچھے ہزارہ میں احمد علی اور فتح علی گوٹھ وال نے سرکشی اختیار کر لی۔ باڑہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ علاقہ میں سخت بدنظمی پھیل گئی۔ سردار میہاں سنگھ نے فی الفور فتنہ کو فرو کرنے کے لئے خالصہ فوج کو کمر بستہ کر لیا۔ بڑی دلیری اور بہادری سے لڑائی ہوئی۔ احمد علی اور فتح علی کو دربار لاہور سے جو تین ہزار کی جاگیر ملی ہوئی تھی ضبط کر لی گئی۔ چنانچہ وہ عذر معذرت پر آمادہ ہوا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار تک پہنچا۔ مہاراجہ صاحب نے یہ معاملہ سردار ہری سنگھ نلوہ کے سپرد کر دیا۔ ہری سنگھ نلوہ تحقیقات کے سلسلہ میں موقعہ پر پہنچے۔ تمام امور کا جائزہ لیا گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ فتح علی اور احمد علی مجرم ہیں۔ اس لئے سردار میہاں سنگھ کی تجویز قائم رہی۔ صرف ایک ہزار روپیہ کی جاگیر ان کے گذارہ کے لئے باقی رہنے دی گئی۔

جب برسات کا موسم آیا جرنیل ہری سنگھ نلوہ نے سرحدی علاقہ کا دورہ شروع کر دیا۔ اس دورہ میں پائندہ خاں کی چالاکیوں اور عیاریوں کا پردہ چاک ہو گیا۔ اس کے کئی قلعے چھین لئے گئے۔ حفاظت خود اختیاری کے لئے چند اور قلعے بھی تعمیر کروائے گئے۔ اس کے ساتھ ہی پائندہ خاں کی فریب کاری کا پردہ بھی چاک ہو گیا۔ اور معلوم ہوا کہ اس نے ایک ایسی خفیہ جگہ بنا لی ہے جس میں بغاوت کے لئے ساز و سامان اکٹھا کیا جا رہا ہے اور توپیں بھی پائی جاتی ہیں جرنیل ہری سنگھ نے اس موقعہ پہ بڑی حکمت سے کام لیا اور معاملہ کو درپردہ

رکھا۔ پائندہ خاں نے ہری سنگھ کو دعوت دی۔ جرنیل ہری سنگھ اگرچہ پائندہ خاں
کی چالاکیوں سے جانکار تھا۔ مگر اسکے باوجود ضیافت پہ چلا گیا۔ ضیافت پہ
پہنچتے ہی پائندہ خاں کے ہمراہی ضیافت گاہ سے چلے گئے۔ اور کسی ضروری کام
کیلئے پائندہ خاں نے بھی جانے کا خیال ظاہر کیا۔ ہری سنگھ تاڑ گیا کہ دال میں ضرور
کچھ کالا کالا ہے۔ اتنے میں پائندہ خاں کی توپیں چلنے لگ گئیں۔ ہری سنگھ خود بھی
احتیاط کی وجہ سے بچ گیا اور اس کے سب ساتھی امن و امان سے اپنی قیام گاہ پہ
واپس پہنچ گئے۔ پائندہ خاں دغابازی سے بھاگ گیا۔ مگر چونکہ ان دنوں جرنیل
ہری سنگھ کو لاہور سے فوری بلاوا آ گیا تھا۔ اسلئے پائندہ خاں کی سرکوبی کے
معاملہ کو ملتوی رکھ کر ہی انہیں واپس لاہور جانا پڑا۔ اور پائندہ خاں بچ گیا۔

اکالیوں کی خودسری

سکھوں کے دورِ حکومت میں اکالیوں کی طوطی بولتی تھی۔ انہیں مذہبی تقدیس کی وجہ سے کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ عام سکھ اور ہندو ان کے سامنے دم نہیں مار سکتے تھے۔ اکالی بڑے آزاد طبع اور نڈر تھے۔ انہیں نہ خانگی ضروریات کی تکلیف کا احساس اور نہ گذر معاش کے لئے روپیہ پیسہ کا خیال تھا۔ جب ضرورت پڑتی تھی رعایا پر ہی ہاتھ صاف کر لیتے۔ اور امن پسند لوگوں کی لوٹ کھسوٹ سے پیٹ پال لیتے تھے۔ لوٹ مار اور قتل غارت ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ یہ لوگ سارے پنجاب میں جہاں جی چاہتا پھرتے اور اپنے مرکز ترنتارن میں زیادہ تر جمع ہوا کرتے تھے۔ اب بھی یہ لوگ ترنتارن کے علاقہ میں کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ۱۸۹۲ سمت میں اکالیوں نے پنجاب میں خوب اودھم مچایا۔ لوگ سخت تنگ آ گئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ تک متواتر شکایتیں پہنچنے لگیں۔ مہاراجہ صاحب نے کئی بار ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے فوج روانہ کی مگر عام طور پر اس وجہ سے کہ سکھ سردار انہیں مقدس خیال کرتے تھے اور اکالیوں سے مقابلہ کرنا مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔ مگر سب سے اہم معاملہ یہ تھا کہ جب اکالیوں کو سرکاری فوج کی آمد کا پتہ چل جاتا تو وہ ادھر ادھر بھاگ جاتے اور منتشر ہو کر جان بچا لیتے تھے مہاراجہ صاحب بھی زیادہ سختی سے کام نہیں لینا چاہتے تھے۔ اسی لئے یہ لوگ کافی

دلیر ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ دوآبہ بست جالندھر میں اکالیوں نے اتنی لوٹ مار اور بدامنی پھیلا دی کہ مہاراجہ صاحب کو یہ خیال آیا کہ اکالی ستلج کے پار انگریزی علاقہ کی طرف نہ بڑھتے چلے جائیں۔ اور خواہ مخواہ ہمسایہ حکومت سے بگاڑ نہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مجبور ہو کر جرنیل ہری سنگھ کو اس مشکل کے حل کے لئے اختیارات تفویض کئے۔ ایک فوجی دستہ جس میں دو پلٹن ایک رسالہ اور دو توپیں تھیں۔ ہری سنگھ کو اکالیوں کی خودسری کے علاج کے لئے مل گیا۔ ۲ مگھر کو ہری سنگھ دوآبہ میں پہنچ گئے۔ فوجی دستوں نے کئی ہزار خودسر بے لگام اور جنگجو اکالیوں کا محاصرہ کر لیا۔ اکالی بھی سرکاری فوج سے جنگ کرنے سے کتراتے تھے۔ انہوں نے اپنی پرانی عادت پر عمل کر کے بھاگنے کی جسارت کی۔ لیکن جرنیل ہری سنگھ نے اپنے رعب اور دبدبہ سے کام لے کر اعلان کر دیا کہ اگر محصور اکالیوں سے کسی نے بھاگنے کی کوشش کی تو توپ سے اڑا دیا جائے گا۔ اکالیوں کو جرنیل ہری سنگھ کی دلیری اور طاقت کا اچھی طرح علم تھا۔ توپ کے نام سے ڈر گئے۔ آخر کار انہیں اس شرط پر آزاد کیا گیا کہ آئندہ فساد سے باز رہیں۔ اگرچہ یہ لوگ باتوں سے ماننے والے نہیں تھے۔ مگر ہری سنگھ کی سطوت نے خوب کام کیا۔ سب نے متفقہ طور پر تسلیم کیا اور وعدہ دیا کہ ہم آئندہ فساد سے باز رہیں گے۔ عہد و پیمان کے بعد محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ جرنیل ہری سنگھ اکالیوں کے سرغنوں کو گرفتار کر کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں لے آیا جہاں انہوں نے مقرر وعدہ کیا اور اس نازک لیکن خطرناک مہم کو سر کیا گیا۔

پشاور کی گورنری۔

پائیندہ خاں کی چالاکیوں اور ابلہ فریبیوں کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے جرنیل ہری سنگھ کے لاہور تشریف لانے کی وجہ سے یہ شخص بچ گیا تھا۔ لیکن بارگاہ ہمایونی نے اسے نظر انداز نہیں کیا تھا۔ شاہی احکام کی خلاف ورزی اور احسان فراموشی کی پاداش میں ایسے دغاباز کی سرکوبی لازم تھی۔ چنانچہ جس وقت اکالیوں کی مہم سے چھٹی ملی تو جرنیل ہری سنگھ نلوہ سرحدی علاقہ میں واپس چلے آئے۔ بیساکھ ۱۸۹۳ سمت کے مہینہ میں پائیندہ خاں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا گیا۔ پہلے تو دشمن نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر ایک ہی زبردست ہلے میں ناکامی اور نامرادی سے دوچار ہو کر شکست یاب ہو گیا۔ تعاقب بھی کیا گیا۔ اور اس کے تمام علاقہ کو بحق سرکار ضبط بھی کر لیا گیا۔ اور اس کی جاگیر کے علاقہ میں دو مضبوط قلعے تعمیر کر کے وہاں حفاظتی چوکیاں تعینات کر دی گئیں۔ چار ماہ بعد جب کامیابی کی تقریب کے سلسلہ میں جرنیل ہری سنگھ دربار لاہور میں مبارکبادی کے لئے تشریف لے گئے تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں نذر کے طور پر ایک گھوڑا معہ طلائی ساز و سامان اور گیارہ صد روپیہ نقد نیو چھاور کیا۔ اور پچیس ہزار اشرفی خدمت میں پیش کی گئی۔ مہاراجہ صاحب نے بھی سردار کی ضیافت اور خوشنودئ مزاج کے لئے سوا پانچ سو روپے عنایت فرمائے۔ ۱۱ ارکارتک کو لاہور میں سردار کے خاص دستوں کا معائنہ اور پریڈ

ہوئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ خود معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اگلے ماہ کنور شیر سنگھ کی جگہ جرنیل ہری سنگھ کو پشاور کی گورنری کا عہدہ پیش کیا گیا۔ گورنر مقرر ہونے کے بعد ہری سنگھ لاہور سے پشاور کی طرف روانہ ہوئے۔ کنور شیر سنگھ اس وقت پنج تار کے علاقہ میں باغیوں کی سرکوبی کے لئے آئے ہوئے تھے۔ یہاں کے پٹھانوں نے دوبارہ سرکشی اختیار کی تھی۔ جرنیل ہری سنگھ نے جب یہ حالات سنے تو وہ بھی کنور شیر سنگھ کی مدد پر پنجتار کی طرف روانہ ہوئے۔ دونوں نے مل کر باغیوں اور مفسدوں کی سرکوبی کی اور سرغنوں کے گاؤں جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔ پنجتار کی شورش ختم کرنے کے بعد کنور شیر سنگھ نے جرنیل ہری سنگھ کو پشاور کی گورنری کا چارج دے دیا ہری سنگھ خاموش رہنے والا نہیں تھا۔ پشاور پہنچتے ہی اس نے سرحدی مقامات اور درہ خیبر کا دورہ شروع کر دیا۔ درہ خیبر میں پہنچ کر معلوم کیا کہ خیبر کے علاقہ کے خودسر بدمعاش درہ سے نکل کر سکھ رعایا کو لوٹ کھسوٹ کر سخت تنگ کر رہے ہیں۔ لٹیرے پٹھانوں کی سرکشی بند کرنے کے لئے جمرود کی گھاٹی اور درہ خیبر سب سے بڑی شاہراہ خیال کی جاتی تھی۔ چنانچہ جمرود کی گھاٹی پر ایک مضبوط فوجی چوکی تعینات کرنے کے لئے قلعہ تیار کرنے کی تجویز ہوئی۔ ۱۶ اپریل ۱۸۹۳ سمت کو اس قلعہ کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ اور جمرود کے قلعہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

درہ خیبر وہ مشہور راستہ ہے جس سے مغربی حملہ آور ہندوستان پر تباہی و بربادی نازل کرنے کے لئے آتے رہے تھے۔ اگرچہ جمرود کا قلعہ زیادہ پختہ نہیں تھا۔ مگر نواح لٹیروں اور خودسروں کو دبانے کے لئے کافی اہمیت رکھتا تھا۔ یہاں بڑے بڑے ماہر اور لڑاکے فوجیوں کو تعینات کیا گیا۔ ایک تربیت یافتہ فوج کے علاوہ قلعہ میں پورا توپ خانہ بھی تھا۔ جس کی کمان جرنیل ہری سنگھ کے نائب سردار مہاں سنگھ کے سپرد تھی۔

جمرود کی فوجی چھاؤنی نے پٹھانوں کے ہوش گم کر دیئے۔ دور دراز کے پٹھانوں کو جب یہ خبر ملی کہ دربار لاہور نے دائمی امن کے لئے جمرود میں کافی فوجی انتظام کر دیا ہے تو وہ لوگ سخت برافروختہ ہو گئے۔ جیسا کہ عام طور پر ان لوگوں نے مسئلہ جہاد کی اوٹ میں قتل وغارت کا بازار گرم کیا ہوا تھا۔ اب اس قسم کی بدنظمی کے موقعہ کا ہاتھ آنا مشکل تھا۔ پریشانی اور بے اطمینانی سے امیر دوست محمد خاں والئے کابل بھی سخت تنگ تھا۔ اس کے جی میں رہ رہ کر پشاور کا خیال آتا تھا۔ اس نے جب جمرود کے قلعہ کی تیاری کی خبر سنی تو سخت پریشان ہو گیا۔ سکھوں کے ساتھ بھڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لیکن خاموش بیٹھنے سے بھی کوئی فائدہ کا امکان باقی نہیں رہا تھا۔ مجبوری اور لاچارگی کے عالم میں جہاد کی اوٹ لی گئی۔ سادہ لوح اور بے علم پٹھانوں کو مذہبی جنگ کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔ ملاؤں سے فتوے لے کر ایک اشتعال انگیز اشتہار جاری کیا گیا۔ جس میں لکھا تھا کہ کافروں نے ہمارے ملک پر قبضہ کر لیا ہے سکھ لوگ آگے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان کا دینی فرض ہے کہ دشمن دین کافروں کو ملک سے باہر کیا جائے۔ جس سے دنیا اور عقبےٰ کا ثواب حاصل ہوگا اس خونی اشتہار کی ہزارہا کاپیاں علاقہ میں تقسیم کی گئیں۔ بنوں۔ کوہاٹ۔ پشاور صوات اور بنیر کے علاقہ میں قاصد روانہ کیئے گئے۔ مذہبی جوش سے بھرے ہوئے ملاؤں نے وعظ دینے شروع کر دیئے۔ اشتعال انگیزی اور شرارت کا نتیجہ سامنے نظر آنے لگا۔ لوگ جنگ اور فساد پر آمادہ ہوتے نظر آئے۔ سب سے پہلے جس شخص پر اس شرانگیزی کا اثر ہوا وہ کوڑا کا حاجی تھا۔ جس کے تابعین کافی مقدار میں پائے جاتے تھے۔ اس نے اپنے رفیق سعادت خاں کے ساتھ مل کر دس ہزار کی جمعیت اکھٹی کر لی۔ اور قلعہ جمرود پر یلغار بولنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

جرنیل ہری سنگھ کو جب اس نئی جنگ آزمائی کی خبر ملی تو وہ بھی لاؤ لشکر کے ساتھ

پشاور سے جمرود کے قلعہ میں پہنچ گیا۔ خالصہ فوج کی باغیوں کے ساتھ چند جھڑپیں ہوئیں جس نے بہت جلد جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ غازی اور مجاہد تو صرف مرنے مارنے کے لئے ہی آمادہ تھے انہوں نے موت سے بے پرواہ اور توپوں کی آتش فشانی سے بے خوف ہو کر اتنی پیش قدمی کر لی کہ سکھوں کی توپوں تک پہنچ گئے۔ فی الفور دست بدست جنگ کی طرح پڑ گئی۔ برچھے تلواریں اور نیزے لے کر جانباز نکل آئے۔ تلواروں کی کڑک اور گرج نے بازار ہی پلٹ دیا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ قیامت بپا ہو گئی۔ چار گھنٹے سخت لڑائی جاری رہی۔ غازی مرتے جاتے تھے اور ٹڈی دل کی طرح تازہ دم بڑھتے آتے تھے۔ خالصہ فوج مار کاٹ کرتی کرتی تھک گئی۔ دل پست ہونے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر ہری سنگھ خود تلوار سونت کر آگے بڑھے اور جوانوں کو جوہر مردانگی دکھانے کی زبردست تحریک کی۔ اور کہا

"پنجاب کے بہادرو! تمہاری بہادری کا لوہا پٹھان لوگ مانے ہوئے ہیں۔ تم نے ہزاروں پٹھانوں کو مار مار کر میدان سے بھگایا ہے۔ کیا آج تمہاری جمعیت یہ گوارا کرے گی کہ پٹھان تم سے میدان میں جیت جائیں۔ میرا یقین ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔" یہ کہتے کہتے شیر ببر کی طرح گرج کر تلوار کھینچ کر دشمن پر پل پڑا۔ ہری سنگھ کا رعب ایسا چھایا ہوا تھا کہ پٹھانوں کی جمعیت لرزہ بر اندام ہونے لگ گئی۔ ہر طرف سے ہریا نلوہ آ گیا کی صدائیں۔ ہری سنگھ جدھر کا رخ کرتا تھا غازی میدان چھوڑ کر بھاگنے لگتے تھے۔ سکھوں میں مقابلہ کی طاقت نہیں تھی۔ اس لئے ان کا میدان سے واپس مراجعت کرنا ہی غنیمت تھا۔ اس معرکہ میں بے شمار مقتولوں اور زخمیوں کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی۔ اگرچہ سکھوں کا بھی بہت نقصان ہوا اور کئی افسر کام آئے۔ مگر کامیابی نے سب [illegible] دور کر دیا۔

پشاور کی گورنری کا زمانہ جنگجوئی اور زور آزمائی کے واقعات کا زمانہ ہے۔ اس عہد میں جتنی خونریز لڑائیاں ہوئیں شاید اس سے پہلے بہت کم ہوئیں تھیں۔ کاکرٹا کے حاجی کو اگرچہ پہلے معرکہ میں کافی حد تک منہ کی کھانی پڑی شکست فاش کا منہ دیکھنا پڑا مگر مذہبی تعصب کے نتیجہ کے طور پر جہاد کی خبر جوں جوں پھیلتی جاتی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں مذہبی پاگل پن کے شکار غازی اور مجاہد دور و نزدیک سے آنے شروع ہو گئے۔ ایک بار پھر کثیر تعداد میں دشمن نے فوج جمع کر لی۔ اگرچہ تعداد کے لحاظ سے دشمن کا پلڑا بھاری تھا۔ مگر ہری سنگھ کے ساتھ مقابلہ کی کسی میں جرأت نہیں تھی۔ چنانچہ مجبور ہو کر حاجی خاں نے سکھوں کو گمراہ کرنے کے لئے مشہور کر دیا کہ جب تک کابل سے فوج نہیں آئے گی سکھوں سے جنگ نہیں کی جائے گی۔ یہ خبر سن کر سکھوں کی احتیاطی تدبیریں ذرا سست پڑ گئیں۔ ہری سنگھ اگرچہ روزانہ ہوشیار رہنے کی تاکید کرتا تھا مگر فوج اس پہلو میں اتنی محتاط نہیں تھی۔ خالصہ فوج میں زیادہ تر یہ خیال بھی سما گیا تھا کہ حاجی خاں کا حوصلہ پست ہو چکا ہے۔ اس وقت وہ چھیڑ چھاڑ کرنے کے قابل ہی نہیں ہے۔ اس کمزوری اور دون ہمتی کے خیال سے سکھوں کو ذرا بے فکری ہو گئی۔ دوسری طرف حاجی خاں بظاہر خاموش اور فوجی نقل و حرکت سے تجاہل عارفانہ کر رہا تھا۔ مگر اندر ہی اندر اس نے تیاری کے انتظام مکمل کرنے شروع کر دیئے تھے چنانچہ اسی اثنا میں ایک رات بے خبری کے عالم میں جمرود کی فوجی رجمنٹ پر شب خون بول دیا۔ جرنیل ہری سنگھ اس وقت پشاور آئے ہوئے تھے۔ غازیوں نے چاروں طرف سے سکھوں کو محصور کر لیا۔ سکھوں کو اپنی غلطی کا اب جا کر احساس ہوا غنیم پوری تیاری سے چل پڑا تھا۔ کافی کوشش اور ہمت سے کام لیا گیا۔ مگر اندھیری رات کا اچانک حملہ تھا کچھ بن نہ پڑا۔ لاچار پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ سارا سامان وہیں رہا۔ صرف چند توپیں لانے کی کوشش کی گئی۔ غازیوں نے خوب میدان صاف کیا۔ ہری سنگھ کو رات کے وقت ہی جب پشاور میں اس شکست کی خبر ملی تو سخت

افسوس ہوا۔ لیکن مصلحت کے تقاضا کے پیش نظر فوج سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں کیا گیا کیونکہ اس وقت پسپائی کے علاوہ اور چارہ ہی نہیں تھا۔

سکھ فوج کے کچھ سپاہی تاریکی میں مارے مارے پھرتے رات کے وقت پشاور میں جمع ہونے لگ گئے تھے۔ بہادر ہری سنگھ نے تازہ دم فوج ان کے ساتھ کر دی۔ آفتاب کے گوشہ مشرق سے ضیا بار ہونے سے پہلے خالصہ فوج غازیوں کے مورچہ کی طرف پیش قدمی کرنے لگ گئی۔ دشمن بھی بے فکر نہیں تھا۔ بندوقیں لے کر مقابلہ کے لئے تن گیا۔ دونوں طرف سے گولی بارود کے وار ہونے لگے۔ فریقین میں جوش غالب آگیا۔ خالصہ فوج بڑھ کر ذرا اور آگے بڑھ گئی۔ جب طرفین کی فوجیں بالکل قریب آگئیں تو تلواریں نیام سے باہر نکل آئیں۔ دلیروں نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ لاشوں اور زخمیوں سے میدان بھر گیا۔ ہر طرف چیخ و پکار اور آہ و بکا کا غل مچ گیا۔ پیاسوں کو آب خنجر کے علاوہ پانی نہیں ملتا تھا۔ کئی گھنٹے سر توڑ لڑائی ہوتی رہی۔ جب مقابلہ شدت اختیار کر گیا تو غازیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حاجی خاں نے آگے بڑھ کر انہیں روکنے کی کوشش کی۔ کافی زور لگایا گیا۔ لیکن پیش نہیں جاتی تھی۔ غازی لوگ بے تحاشہ بھاگنے لگ گئے۔ سکھوں نے اتنا سخت تعاقب کیا اور دل کے ارمان نکالے کہ رات کے اسلحہ جنگ کی تلافی میں سکھوں کو کافی مال مل گیا۔ نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ ۴ جیٹھ ۱۸۹۴ سمت کا دن تھا۔ اسی دن برق رفتار پیامبروں کو بھیج کر دربار لاہور کو اس عدیم المثال کامیابی سے آگاہ کیا گیا۔

جمرود کا محاصرہ

شورہ پشت حاجی خاں زبردست شکست کے باوجود سرکشی سے باز نہیں آیا اس نے سرحدی علاقہ میں بدامنی اور بغاوت کے لئے دوبارہ کوششیں شروع کر دیں۔ دوسری طرف امیر دوست محمد خاں کی کابل میں فوجی تیاریاں دن بدن زور پکڑنے لگیں۔ ٹڈی دل افغان لشکر کشی کے لئے دھڑا دھڑ فوج میں شامل ہونے لگ گئے۔ لاہور دربار کو ان حالات سے آگاہ کیا گیا مگر وہاں سے کوئی جواب نہیں آتا تھا۔ حتہ کہ امدادی کمک کی رفتار بھی نہایت سست پڑ گئی۔ ہر طرف بدنظمی اور شورش کا خوف بڑھنے لگا۔ بناوٹی دوست اور حلیف بھی سر پھیرنے لگ گئے۔ مستقل مزاج ہری سنگھ حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے ہمت نہیں ہاری۔ مگر یہ خیال ضرور رہ رہ کر آتا تھا کہ دربار لاہور پر میرے مشوروں اور دشمنوں کی تیاری کی خبروں کے متعلق کیوں کوئی اثر نہیں ہوتا۔

معاملہ دراصل یہ تھا کہ ان دنوں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حواریوں اور درباریوں نے جشن مسرت شروع کر رکھا تھا۔ کنور نونہال سنگھ کی شادی کی تقریب میں ایسی رنگ رلیاں منائی جا رہی تھیں جن کو دیکھ کر مغل شاہی دربار بھی مات ہو جاتا۔ جرنیل ہری سنگھ کی درخواستوں پر شنوائی کیسے ہوتی۔ اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہی کہاں تھی۔ یہ درست ہے کہ ان دنوں مہاراجہ صاحب شادی کی مصروفیات میں تھے۔ مگر جن لوگوں کا اس جنگ سے تعلق تھا وہ جانتے تھے کہ یہ ساری کارروائی

حاسدوں اور ہری سنگھ کے مخالفوں کی تھی۔ جو سردار کے عروج اور کامیابیوں کو اپنے لئے خوفناک خیال کرتے تھے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ہری سنگھ نلوہ اسی طرح مہاراجہ صاحب کے لئے باعزت رہیں۔ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے سرحدی شورش کی رپورٹیں ایسے طریقہ سے مہاراجہ صاحب کے سامنے پیش کیں جس سے یہ پتہ چلے کہ کوئی معمولی اور غیر اہم بات تھی۔ فوج کشی اور معاملات ملکی کے بجائے شادی کے کام کو مقدم خیال کیا گیا۔ خواہ کچھ بھی جرنیل ہری سنگھ پر اس کوتاہی اور عدم توجہی کا بہت برا اثر پڑا۔ آگے چل کر جس ڈھنگ سے واقعات پیش آئے اور جس قسم کی خوفناک قربانیاں دینی پڑیں وہ اس عدم توجہی کا ہی باعث تھیں۔ ان حالات میں اگر ہری سنگھ قوم کی رہبری سے منہ پھیر لیتے تو اسی وقت دریائے اٹک سے پار کے علاقہ سے ہندوؤں اور سکھوں کی ہستی ہمیشہ کے لئے مٹ جاتی۔ لیکن یہ درست ہے کہ اس وقت بھی جس قسم کی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا وہ کم خوفناک نہیں تھا۔

جرنیل ہری سنگھ حاجی خاں کے فتنہ کو فرو کر کے پشاور چلا آیا تھا۔ اچانک طبیعت ناساز ہو گئی۔ ابھی بخار کی ہی حالت تھی۔ آرام نہیں آیا تھا کہ اچانک دوست محمد خاں امیر کابل کی فوج کشی کی خبر آئی۔ اور معلوم ہوا کہ خونخوار لشکر کے علاوہ سات ہزار سوار دو ہزار پیادہ اور اٹھارہ توپیں لے کر دشمن جمرود پر آپہنچا ہے۔ دوست محمد خاں نے آتے ہی جمرود کے متصل علی مسجد میں مورچہ گاڑ دیا۔ افغانی فوج کی کمان سردار محمد اکبر اور سردار محمد افضل خاں پسران امیر دوست محمد خاں کے ہاتھ میں تھی۔ تین دن تک مورچہ بندی کا کام نہایت خاموشی اور سرعت سے جاری رہا۔ خالصہ فوج نے بھی کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ دشمن کو پوری تیاری کا موقعہ دیا گیا۔ چوتھے دن چالیس افغان سواروں کے دستہ نے علی الصباح ہی اچانک قلعہ جمرود کے قریب پہنچنے کی کوشش کی اور نہائیت

بزدلی سے جنگ کا بگل بجائے بغیر ان بے ہتھیار سکھ سپاہیوں پر حملہ بول دیا جو اچانک رفع حاجت کے لئے قلعہ سے باہر آئے تھے۔ قلعہ میں ان نہتے لوگوں کے مارے جانے کا پتہ چلتا یا نہ چلتا۔ خوش قسمتی سے گشتی دستوں کا ایک کالم جو پشاور سے آیا تھا اور اردگرد کے حالات کا جائزہ لینے میں مصروف تھا اس نے افغانوں کی اس حرکت کو دیکھ لیا۔ گشتی دستوں نے دشمنوں سے دو بدو جنگ کی طرح ڈال دی۔ اسی وقت لڑائی نے خوفناک صورت اختیار کر لی۔ اور پانچ پٹھان کھیت رہے۔ باقی سب بھاگ نکلے۔ اگرچہ یہ لوگ کابل سے وقتی جوش سے سرشار ہو کر آئے تھے مگر سکھوں سے جنگ آزمائی کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ہری سنگھ کا نام سنتے ہی حوصلے پست ہو جاتے تھے۔ کئی دن اسی خیال میں گذر گئے کہ سکھوں سے کس طرح جنگ چھیڑی جائے گی۔ متواتر کچھ دن سناٹا رہا۔ آخر کار انہیں جاسوسوں کے ذریعہ ہری سنگھ کی بیماری کا پتہ چل گیا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لاہور سے کوئی کمک نہیں آئی۔ ان حالات میں پٹھانوں نے پیش قدمی اختیار کر کے ۱۲ بیساکھ ۱۸۹۴ سمت کے دن قلعہ جمرود کے اردگرد گھیرا ڈال لیا۔ اگرچہ قلعہ میں رسد کم نہیں تھی مگر پانی کا ذخیرہ نہایت کمیاب تھا۔ اور پٹھانوں کے مقابلہ میں فوج بھی کم تھی۔ لیکن اس کے باوجود سکھوں نے حوصلہ نہیں ہارا۔ سردار مہاں سنگھ فوج کی کمان کر رہے تھے۔ انہوں نے نہایت پامردی سے فوج کو تسلی دی اور دشمن کے تابڑ توڑ حملوں کا حوصلے سے جواب دیتا رہا۔ توپوں کے نشانے نہایت تیزی سے دشمن پر وار کر رہے تھے۔ دشمن نے کئی بار پیش قدمی کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ لیکن سکھوں کی فوج کی کمی کی وجہ سے پٹھانوں کو اچانک قلعہ کے نیچے سرنگ لگانے کا موقعہ مل گیا۔ وہ چاہتے تھے کہ بارود سے قلعہ کا نشانہ لگایا جائے۔ لیکن سکھوں کو فوراً دشمن کی اس خبیث حرکت کا پتہ لگ گیا۔ طوفانی دستے میدان میں اتر آئے۔ انہوں نے دشمن کو مار مار کر پچھاڑ دیا۔ جمرود کا قلعہ

تمام تھا۔ مجاہدوں کی ہمت تھی کہ کوشش کے بعد دشمن نے مغربی دیوار گرا کر اتنا شگاف کر لیا جس سے آدمی اندر داخل ہو سکتا تھا۔ سردار محمد اکبر خاں نے فوج کے قلعہ میں کو لے کر کافی کوشش کی اور جد و جہد میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دی۔ لیکن شیر دل کے غار میں داخل ہونا آسان نہیں تھا۔ دشمن کی کوشش ناکام رہی۔ رات سر پر آ گئی جس نے دونوں کا پردہ رکھ لیا۔ لڑائی صبح کے لئے ملتوی ہو گئی۔ دشمن کا اس دن سخت مقابلہ ہوا۔ غنیم کی لاشیں پانچ سو کی تعداد میں کھیت رہیں۔ قلعہ سے گولہ باری کا ہموار جاری رکھی تھی۔ اس لئے دشمن کو ان کے اٹھانے کا موقعہ ہی نہیں ملا تھا۔ دونوں فوجیں جب آرام کے لئے اپنے اپنے کیمپوں میں جمع ہوئیں تو افغانی فوج کے افسروں نے اپنے سپاہیوں کو کافی لعن طعن کی اور بعض لوگوں کو سخت ملامت بتائی۔ پٹھانوں کو بتایا گیا کہ تم نے کیا سنہری موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔ اگر قلعہ پر کامیاب حملہ ہو جاتا تو سکھ فوج کا ایک سپاہی بھی زندہ نہ بچتا۔ اچھا جو ہوا سو ہوا۔ اب مکمل تیاری سے کوشش کرنی چاہیئے۔ کل جب صبح کا نقارہ بجے افغان فوج کا جھنڈا بلند کرتی ہوئی قلعہ پر یلغار بول دے۔ اور اس وقت تک دم نہ لے جب تک کامیابی قدم بوس ہونے کے لئے قریب نہ آ جائے۔ پٹھانوں نے آمین کہی اور تہ دل سے کوشش کرنے کا حلف اٹھایا۔ سب نے قرآن پر ہاتھ رکھے اور دعا کے بعد مجلس مشاورت برخاست کر دی گئی۔

دوسری طرف قلعہ جمرود میں سردار مہاں سنگھ نے سب سپاہیوں کو اکٹھا کر لیا اور دن بھر کی کارگذاری کی رپورٹ تیار کر کے جرنیل ہری سنگھ کے پاس بھیجنے کے لئے مرتب ہوئی۔ اس میں یہ بھی تحریر کیا کہ دیوار ٹوٹ گئی ہے۔ قلعہ ناکارہ ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ پانی کی سخت قلت ہے۔ دشمن حشرات الارض کی طرح قلعہ کے باہر اکٹھا ہو گیا ہے۔ سخت مشکل کا امکان ہے۔ اگر کل صبح تک قلعہ والوں کو تازہ کمک نہ ملی تو قلعہ والوں کی زندگی موت کی لپیٹ میں آ جائیگی

اور خاتمہ بول دیا جائے گا۔ اگرچہ حالات تو بلا کم و کاست تحریر میں لائے گئے مگر پشاور تک خط پہنچانے کے لئے ہوشیار قاصد نہیں ملتا تھا۔ دشمن کی سخت نگرانی تھی۔ ایک ایک حرکت پر نگاہ رہتی تھی۔ باہر نکلنے کے تمام راستے بند تھے دشمن چاروں طرف ڈٹ کر جما ہوا تھا۔ سردار میہاں سنگھ نے کئی تدبیریں سوچیں لیکن کامیابی کسی طرح بھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ مایوسی اور فکر کے عالم میں ایک بہادر سکھ نے خوب من چلے پن کا ثبوت دیا۔ اس نے پوری جرأت سے اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ دلیری سے عرض کی کہ مرنا تو ایک دن ہے ہی۔ لاؤ میں کوشش کرتا ہوں۔ اگر جان بچ گئی اور صاف نکل گیا تو پشاور پہنچ کر توپ کے فائر کے ذریعہ اطلاع دے دوں گا کہ تمہاری اطلاع ہری سنگھ تک پہنچ گئی ہے اگر ساری رات پشاور کی طرف سے توپ کے فائر کی کوئی آواز سنائی نہ دے تو یہ خیال کر لینا کہ میں خالصہ پنتھ پر قربان ہو گیا ہوں۔ سردار میہاں سنگھ کو ایسے ہی جرأت آزما کی ضرورت تھی۔ اسے بڑی خوشی ہوئی۔ فوراً درخواست منظور کر لی گئی۔ اس سپاہی نے بھی جانفروشی کا کمال کر دکھایا۔ بڑی ہوشیاری سے اس نے اپنے ارد گرد سیاہ کمبل لپیٹ لیا۔ جسم پر بکری کی سیاہ کھال اوڑھ لی اور عرضی لے کر کتے کی طرح دبکتا ہوا قلعہ کی دیوار کے ساتھ ساتھ سرک کر نکل گیا۔ ہوشیار دشمن بھانپ لیتا مگر یہ مصنوعی حیوان بھی کم بے خبر نہیں تھا۔ اس نے دروازہ سے نکلتے ہی رات کی تاریکی میں کتوں کی طرح حرکتیں کرنی شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر تک تو وہ ادھر ادھر چکر لگاتا اور زمین سونگھتا رہا۔ دشمن کا خیال اس طرف نہ رہا۔ سپاہی نے موقعہ پا کر آہستہ آہستہ سرکنے کی کوشش کی اور یہ جا وہ جا غائب ہو گیا۔ ابھی رات زیادہ نہیں گئی تھی کہ پشاور سے توپ کے فائر کی قلعہ والوں نے آواز سنی اور سمجھ گئے کہ ہمارا بہادر قاصد بخیر و عافیت پشاور پہنچ گیا ہے۔ خالصہ فوج کو امید لگ گئی اور از سر نو تازہ روح پیدا ہو گئی۔

جرنیل ہری سنگھ ابھی بخار میں ہی مبتلا تھا۔ جمرود کی فوج کے حالات بیان کرنے کے لئے قاصد ایسے وقت پر پشاور پہنچا جب بخار کا کافی زور تھا۔ بارے خدا تین بجے کے قریب کہیں بخار کم ہوا اور جرنیل ہری سنگھ نے آنکھ کھولی۔ خالصہ بہادر چارپائی کے قریب تیمارداری کے لئے بیٹھے تھے۔ سب کو ڈھارس ملی۔ اس کے بعد وہ بہادر سپاہی پیش کیا گیا اس نے جمرود کے قلعہ میں محصور فوج کی دردناک حالت بیان کی۔ اور سارے دن کی جنگ کے حالات بیان کرنے کے علاوہ قلعہ کی ناگفتہ بہ حالت اور مغربی سمت کے شگاف کا ذکر بھی بیان کیا۔ چنانچہ جس وقت اس جانباز سپاہی نے اپنی جدوجہد کا ذکر کیا تو ہری سنگھ عش عش کر اٹھا اسے فوراً قریب بلا کر بغلگیر ہوا۔ سپاہی کے درجہ سے بڑھا کر افسر بنا دیا گیا۔ اسی وقت امدادی کمک روانہ کرنے کا حکم دیا اور پانچ سو سقوں کو پانی بھر کر جمرود پہنچنے کی تاکید کر دی۔

دشمن کی حالت کم خوفناک نہیں تھی۔ جہاد کے نعرہ کو سن کر چاروں طرف سے جہادی افغان مذہبی جوش میں سرشار امیر دوست محمد خاں کی فوج میں آکر شامل ہو رہے تھے۔ ہر طرف کافروں کے بے دریغ قتل کا نعرہ بلند ہو رہا تھا۔ سکھوں کے خون کے پیاسے غازی عجیب پاگل پن کی حالت میں تھے۔ دشمن کی فوج دن بدن ترقی کر رہی تھی۔ لیکن دوسری طرف خالصہ فوج کے لئے دربار لاہور سے کوئی کمک نہیں آتی تھی۔ اس وقت یہ خیال غالب نظر آتا تھا کہ اگر پانسا پلٹ گیا تو ہندو اور سکھ اس طرح سے تختہ مشق بن جائیں گے کہ نام کا بھی کوئی ہندو دریائے اٹک سے پار کے علاقہ میں نہیں رہے گا۔ جمرود کا محاصرہ بڑا سخت تھا۔ سردار مہاں سنگھ اور اس کی فوج ہر لمحہ موت کے بے پناہ خطرہ سے دوچار ہو سکتی تھی۔ دوسری طرف جرنیل ہری سنگھ بھی بخار میں مبتلا تھا۔ مایوسی اور پژمردگی کا عالم تھا۔

اسی عالم میں ہی جرنیل ہری سنگھ نے فوری طور پر فوج کے افسروں کو بلا کر

دربار لگایا۔ دشمن کی پوزیشن کی صحیح تصویر پیش کی گئی اور حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس موقعہ پر جرنیل ہری سنگھ نے خالصہ فوج کے افسروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "خالصہ بہادرو! خونخوار دشمن مذہبی جوش میں بھرا ہوا سر پر آگیا ہے۔ سخت نازک حالات کا سامنا ہے۔ لاہور سے کسی قسم کی مدد نہیں آرہی۔ اور نہ مستقبل قریب میں مدد کے آنے کا امکان ہے۔ ہماری موجودہ پوزیشن سخت کمزور ہے۔ اس طوفان کا تھمنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ امید کامیابی دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن ہاں ایک طرف سے شعاع امید نظر آرہی ہے اور وہ ہے آپ لوگوں کی سابقہ کامیابیوں کا اندازہ اسی لیئے مجھے ان حالات میں بھی دکھائی دے رہا ہے کہ اگر سب بھائی یک جان ہو کر دشمن کا پامردی سے مقابلہ کریں تو کامیابی اور سرخروئی کا کافی امکان ہے۔ وگرنہ بصورت دیگر یہ دیکھ لیجیئے کہ ایک متنفس بھی زندہ بچ کر لاہور نہیں پہنچ سکتا۔ اور یہ ممکن نہیں کہ جن ہندوؤں اور سکھوں کی حفاظت کے لئے ہم نے حلف اٹھائے ہوئے ہیں ان میں سے بھی کوئی زندہ رہے یا نہ رہے"

جرنیل ہری سنگھ کی تقریر بڑی موثر تھی۔ کافی اثر ہوا۔ حاضرین نے یک زبان ہو کر یک جہتی سے جنگ لڑنے کا حلف اٹھایا۔ تلواروں پر ہاتھ رکھ کر سب سرداروں نے کہا۔ کہ ہم مہاراجہ صاحب اور پنتھ کے لئے قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ سردار صاحب جو حکم دے گا اس کی بسرو چشم تعمیل کیجائے گی۔

بہادر جرنیل ہری سنگھ نے جب یہ جواب سنا تو حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اسکے بعد اجلاس کیگئی اور اسنے ہر ایک فوجی افسر کو فرداً فرداً ہدایات دیں۔ مناسب مقامات پر موچہ بندی کا حکم جاری کر دیا اور تمام حالات سے باخبر کرنے کیلئے دربار لاہور کو تیز رفتار سانڈنی سوار قاصد کے ذریعہ خبر پہنچائی گئی۔ بیماری اور نقاہت غالب تھی اسلئے آج کی جنگ میں ہری سنگھ خود شریک نہ ہوسکا۔ لیکن اس کے باوجود وہ آرام نہ کر سکا۔ پشاور سے برج تہکال تک جا پہنچا اور وہاں ڈیرا جا لگایا۔ سارا دن دوربین سے میدان جنگ کی کیفیت دیکھتا رہا۔

خونریز جدوجہد

نور کے تڑکے میں آج کچھ عجیب کیفیت نظر آ رہی تھی ۔ جمرود کا قلعہ بے پناہ ٹڈی دل افغانوں سے گھرا ہوا تھا ۔ مذہبی جوش اور سرفروشی کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص اس قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا چاہتا تھا ۔ جس میں بیٹھے خالصہ فوج کے سپاہی محصورین پر حملہ آور ہونے کے لئے کوشش کر رہے تھے ۔ ابھی توپوں نے آگ اگلنی شروع نہیں کی تھی ۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا ۔ قلعہ کی دیوار شکستہ تھی ۔ رات بھر میں اس شگاف کو پاٹنے کی کوشش ہی کیا ہو سکتی تھی جب پینے کے لئے سپاہیوں کے پاس چلو بھر پانی بھی نہیں تھا ۔ اسی عالم میں دشمن کے خوف سے خالصہ سرداروں کی آنکھ بھی نہیں جھپکی تھی ۔ غنودگی کا عالم طاری تھا ۔ پانی نہیں جو منہ ہاتھ دھو کر آنکھیں تازہ کی جائیں ۔ کئی سپاہیوں نے ایسے ہی آنکھوں پر ہاتھ پھیر لیا ۔ اور کئی لوگوں نے بھیگے ہوئے کپڑے کو منہ پر پھیر کر جپ جی کا پاٹھ کرنا شروع کر دیا ۔ سب لوگ تہ دل سے قلعہ کو بچانے کے لئے آمادہ تھے ۔ افغانی فوج کی حالت ، اور خالصہ فوج میں زمین و آسمان کا فرق تھا ۔ قلعہ کے باہر چشمے جاری تھے ۔ بے پرواہی سے پانی خرچ کیا جا رہا تھا ۔ لیکن قلعہ والے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے ۔ صبح کی نورانی کرنوں کے آسمان پر جلوہ گر ہوتے ہی پٹھان فوجیوں نے نماز کے لئے نیت باندھی امام کے پیچھے ہزاروں کی تعداد میں غازی کھڑے ہو گئے ۔ اللہ اکبر کی آواز بلند ہوئی

سب جھک گئے۔ اس کے بعد پھر اٹھے اور سجدہ کناں ہو کر رکوع و سجود کے بعد نماز سے فارغ بھی ہو گئے۔ آج بڑی جلد نماز پڑھی گئی۔ ڈھول نقارے اور دمامے بجنے لگے۔ فوجیں مارچ کرتی ہوئی قلعہ کی طرف بڑھنے لگ گئیں۔ جرنیل ہری سنگھ اسوقت تہکال کے برج میں پہنچ کر دوربین سے میدان جنگ کا نقشہ دیکھ رہے تھے۔ پشاور سے چلی ہوئی کمک پہنچ گئی تھی۔ سقے پانی سے بھری ہوئی مشقیں ساتھ لاتے تھے۔ قوانین جنگ کے پیش نظر انہیں روکا نہیں گیا۔ کیونکہ افغان فوج آج اسی خیال میں مست تھی کہ دشمن بالکل قلیل تعداد میں ہے۔ غروب آفتاب سے پہلے ہی قلعہ سر ہو جائیگا۔ اگر اس حالت میں موت کے منہ میں آیا ہوا دشمن دو چلو پانی مانگتا ہے تو اس سے ہمارا کیا بگڑ سکتا ہے۔ فی الفور توپوں کی گولہ باری سے جنگ کی طرح ڈال دی گئی۔ کئی بار سخت جدوجہد سے حملے کئے گئے۔ قلعہ میں شگاف تو پہلے دن ہی ہو چکا تھا۔ مگر شگاف کے قریب پہنچنا آسان نہیں تھا۔ جسطرح قلعہ کے باہر سے زبردست وار ہو رہے تھے اسی طرح قلعہ کی کمین گاہوں سے دھماکے والے گولے اچھلتے ہوئے دشمن کی صفوں کو چیر رہے تھے۔ انسانی خون کی ارزانی کا عجیب عالم تھا۔ دشمن نے پوری ہمت اور کوشش سے کام لیا لیکن کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ سارا دن لڑائی جاری رہی لیکن آخر کار رات کی تاریکی کے ساتھ دشمن کو پیچھے ہٹ کر جنگ سے ہاتھ کھینچنا پڑا۔ دشمن بڑا سخت جان واقعہ ہوا تھا۔ اس دن دوست محمد خاں کی فوج کے تین سو پٹھان کھیت رہے۔ لاشیں قلعہ کی دیواروں کے قریب سخت بے ترتیبی سے بکھری پڑی تھیں۔ لیکن قلعہ والوں کا جانی نقصان بالکل ہی نہیں ہوا۔ اگرچہ پٹھانوں نے آج پوری ہمت اور فراست سے جنگ لڑی تھی۔ اور سارا زور قلعہ کی طرف بڑھنے کے لئے لگایا تھا۔ مگر خالصہ فوج نے گولہ بارود کا ایسا مینہ برسایا کہ آگ کی موسلا دھار بارش میں اتنی بڑی فوج بھی آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکی۔

شام کے وقت جب لڑائی بند ہو گئی تو جرنیل ہری سنگھ نے قلعہ کے بہادروں کو بڑا حوصلہ افزا پیغام روانہ کیا۔ اور لکھا۔

"خالصہ فوج کے دلاورو! سارا دن میں نے تمہاری جاں نثاری اور بہادری کو چشم دید دیکھا ہے۔ تمہاری ہمت اور دلیری پر صد آفرین ہے۔ واہگورو کی مہربانی سے آج میری طبیعت قدرے بہتر ہے۔ کل جمعہ کا دن ہے۔ دشمن کو مقتولوں کی لاشیں زیر زمین کرنے دینا۔ تاکہ تجہیز و تکفین کا کام ہو سکے اور لڑائی کی طرف توجہ کم ہو جائے۔ پرسوں میں خود خون آشام تلوار لے کر میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھاؤں گا۔ ہمت رکھو اور پوری مستعدی سے ڈٹے رہو۔"

قلعہ کی محصور فوج نے اپنے جرنیل کے حکم کی فوری تعمیل کی اور جمعہ کے دن لڑائی کا میدان سرد رہا۔ کسی قسم کی فوجی نقل و حرکت عمل میں نہ آئی۔

جمرود کی قتل گاہ پنجاب کے بہادروں اور کابل کے غازیوں کے خون کی پیاسی تھی۔ لاکھوں برس گذرے جب وقت اہل مغرب نے مشرق کا رخ کیا تھا۔ اور سرزمین ہند کی طرف پیشقدمی کے ارادوں سے متفکر ہو کر پنجاب کی دھرتی پر نازل ہوئے تھے۔ اس وقت سے لے کر اب تک اس علاقہ کی زمین نے کتنے ہی بہادروں کا خون پی کر پیاس بجھائی تھی۔ سکندر کے یودھاؤں نے اس زمین پر قربانیاں دیں۔ شک۔ سیتھین، ہن، ایرانی، یونانی اور ترک بہادروں کے خون سے جمرود کی دھرتی کا ذرہ ذرہ اپنی پیاس بجھا چکا تھا۔ اس دھرتی نے غیر ملکی لوگوں کے خون سے ہی تشنگی نہیں بجھائی تھی بلکہ پنجاب کے باسیوں کو ہر ایک حملہ آور سے دو دو ہاتھ لینے کے لئے کئی قربانیاں دینی پڑی تھیں۔ اب بھی موت کی طرح جمرود کے قریب ہی دار

منہ پھاڑے کھانے کو دوڑ رہے تھے۔ آج کا دن نامعلوم کیا گل کھلائے اور دنیا میں کیا انقلاب بپا کر دے۔ پنجاب کے سکھوں کو رہ رہ کر اپنے محبوب جرنیل ہری سنگھ کا وعدہ یاد آتا تھا۔ اور یہ لوگ جوش مسرت میں پھولے ہوئے اچھل رہے تھے۔ آج ان کا بہادر سردار تلوار سونت کر دشمن کو دو ہاتھ دکھائے گا۔ دھرتی جیسے لرز رہی تھی۔ آسمان خون آلود ہوا آنکھوں سے دیکھنے کے لئے افق مشرق سے نکلنے والا تھا۔

جرنیل ہری سنگھ نے جمرود کے محاصرین کو پیغام روانہ کر دیا تھا کہ میں مدد کے لئے آ رہا ہوں۔ آج وعدہ کا دن تھا۔ اسی لئے سردار بخار کی حالت میں کسالت محسوس کرتا ہوا بھی معمول سے پہلے بیدار ہوا۔ اشنان دھیان سے فارغ ہو کر ہری سمرن میں توجہ لگائی۔ جنگی لباس منگوایا گیا۔ زرہ بکتر پہنا۔ ایکادشی کا دن تھا۔ جرنیل ہری سنگھ پہ عجیب وغریب جوش کا عالم طاری تھا۔ آج بڑی نیک ساعت تھی۔ پنتھ کی خدمت کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسا موقعہ ہو سکتا تھا ہری سنگھ نے اپنے گھوڑے کو تیار کیا۔ اور تھپکی دے کر میدان کارزار کی طرف قدم اٹھایا۔ جس طرح بہادری اور جرأت ہمرکاب ہو کر ساتھ جا رہی ہے۔ قومی خدمت کے لئے آمادہ پیکار ہری سنگھ آج نرالی سج دھج دکھا رہا تھا۔ رہ رہ کر زبان سے نکلتا تھا۔ "فتح یا شہادت" آج دو ٹوک لڑائی لڑی جائے گی۔ اور دشمن کو بتا دیا جائے گا کہ کس بہادر سے جرأت آزمائی ہے۔ جرنیل ہری سنگھ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان عمل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خالصہ فوج ننگی تلواریں سونت کر پیچھے پیچھے پرے باندھے آ رہی تھی۔ فوج کا دولہا کامیابی کی دوشیزہ کے ساتھ بیاہ کے لئے برات لئے جا رہا ہے۔ دس ہزار فداکار ساتھ تھے۔ پٹھان اگر ہمت کرتے تو ہری سنگھ اور اس کے دستہ کو راستہ میں ہی روک سکتے تھے۔ مگر کچھ ایسی ہیبت طاری تھی کہ کسی کو یہ ہمت

نہیں پڑتی تھی کہ مقابلہ کی جسارت کرے۔ ہری سنگھ کی فوج کی آمد کا نام سن کر ہیبت طاری ہو گئی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہری سنگھ بلا مزاحمت قلعہ کے دروازہ کے پاس پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر سردار میاں سنگھ بھی دروازہ سے باہر نکل آیا۔ جرنیل ہری سنگھ کے بہادر شاگرد نے بڑھ کر اپنے استاد کے قدم چھو لئے۔ اگرچہ آج سردار میاں سنگھ جنگ کے لئے پورے طور پر آمادہ نہیں تھا۔ مگر اسے افغان افسر کے میدان کارزار میں اترنے کی خبر مل چکی تھی۔ ہری سنگھ کی آمد سے افغان فوج میں زلزلہ بپا ہو گیا تھا۔ دشمن بھاگنے کی کوشش میں تھا لیکن جرنیل ہری سنگھ ان تمام باتوں سے لاپرواہ ہو گیا۔ اس نے اپنے استقلال اور ارادہ کے زور پر فی الفور فوجوں کو آمادۂ پیکار ہونے کے لئے تیار کیا۔ فوج کے تین حصے بنائے گئے۔ فوج کا ایک حصہ جمعدار خوشحال سنگھ کے سپرد کیا اسے قلعہ کے بائیں طرف مورچہ پر کھڑا کیا گیا۔ دوسرا حصہ دائیں طرف تعینات کیا۔ توپ خانہ ایک اور مناسب جگہ پر لگایا گیا۔ تیسرے حصہ کی کمان جرنیل ہری سنگھ نے خود اپنے ہاتھ میں لی۔ اور بلند چوٹی پر کھڑا ہو کر قیادت کرنے لگا۔ یہاں سے وہ فوج کی ہر نقل و حرکت دیکھ سکتا تھا۔ اور رفتار جنگ کو دیکھ کر احکام جاری کر سکتا تھا۔ ساتھ ہی تازہ دم کمک پہنچانے کا کام بھی اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

جب ہر دو فریقین ابتدائی تیاریوں سے فارغ ہو گئے تو جنگ کا بگل بجا دیا گیا۔ دشمن پہلے ہی کیل کانٹے سے تیار اور آج کے دن کا انتظار کر رہا تھا۔ گولہ باری سے مقابلہ شروع ہو گیا۔ آتش ناک بمباری شروع ہو گئی۔ سکھ فوج کو اپنی جگہ سے ہٹنے کی اجازت نہیں ملی۔ پٹھان اپنی عادت کے مطابق پیش قدمی کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگ گئے۔ گولہ باری ختم ہو گئی۔ اب بندوقوں نے خون کی پیاس بجھانے کا شغل جاری کر دیا۔ پٹھانوں کی

نے اپنی کچھ فوج قلعہ کے بائیں طرف چھوڑ دی۔ اور باقی دستوں کو لے کر تلوار کے ساتھ دو بدو لڑائی کی طرح ڈال دی گئی۔ بجلی کی طرح کڑکتی ہوئی تلواروں نے خون کے فوارے جاری کر دیئے۔ خالصہ فوج بھی آمادہ پیکار ہو گئی۔ تلواریں نیاموں سے باہر آ گئی ہیں۔ گھمسان کا رن پڑا۔ تلواروں کی گرج دار آواز نہایت ہولناک معلوم ہوتی تھی۔ بزدل اور کمزور زمین پر سونے لگ گئے۔ بہادروں کی یہ حالت تھی کہ جوں جوں زخم کھاتے شیر بیابان کی طرح بپھرے ہوتے حملہ کرتے۔ بارود اور گرد و غبار کی وجہ سے سر پر ایک نیا دھندلا آسمان دکھائی دیتا تھا۔ لاشوں کے انبار لگ گئے۔ خون کے فوارے اور پر جوش ہو نکلے۔ کوئی شخص بھی قدم پیچھے ہٹانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ تل بھر بھی جگہ خالی نہیں تھی۔ دوپہر آنے کو تھی۔ لیکن دونوں پلڑے برابر تھے۔ جرنیل ہری سنگھ فریقین کا جوش دیکھ کر داد مردانگی دے رہا تھا۔ اور آج کی جنگ سے اسے حیرت انگیز لطف حاصل ہو رہا تھا۔ آخر کار جنگ نے پانسہ الٹ دیا۔ پٹھان پیش قدمی کرتے کرتے قلعہ کی دیواروں کی طرف بڑھنے لگے۔ ہری سنگھ نے جب یہ حالت دیکھی تو سخت گرجدار آواز سے بہادروں کے حوصلے بڑھائے اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لئے تحریک دی۔ اس کے علاوہ کمک کے پہنچنے کی بھی خوشخبری سے جوش پیدا کیا اور ساتھ ہی اپنے فوجی دستوں میں سے ایک خونخوار رجمنٹ کو مدد کے لئے فی الفور پہنچنے کا حکم دیا۔ تازہ دم خالصہ فوجی جس وقت میدان میں پہنچے تو قیامت کا رن پڑ گیا۔ اور محشر کی یاد آ گئی۔ دشمن لاچار ہو گیا۔ اس نے اپنے چاروں مورچے خالی کر دیئے۔ اور پانچویں مورچہ پر ڈٹ کر مقابلہ کے لئے اتر آیا۔ یہاں ہی ان کا توپ خانہ تھا۔ سکھوں نے سخت جد و جہد جاری کر دی۔ نتیجہ کے طور پر پانچویں مورچہ کو افغان فوج چھوڑ کر پسپا ہو گئی۔ کچھ توپوں اور

کتنے ہی سامان جنگ پر سکھ قابض ہو گئے۔ اسلحہ جنگ اور توپیں فی الفور غنیم کے پانچویں مورچہ سے اٹھا کر قلعہ میں پہنچا دی گئیں۔ تعاقب جاری تھا۔ سکھوں نے بڑے بہادرانہ ہاتھ دکھائے۔ پٹھانوں کی پسپائی جاری تھی۔ کہیں قدم جمنے کو نہیں آتے تھے۔ لیکن اس موقعہ پر سخت غلطی ہوئی۔ چند سکھ دستے تعاقب چھوڑ کر دشمن کے ڈیروں کی لوٹ پر پل پڑے۔ اسطرف ایک اور نئی صورت پیش آئی۔ امیر دوست محمد خاں کا بھانجہ شمس الدین کابل سے پندرہ سو چیدہ سواروں کو لے کر کابل سے آپہنچا۔ سکھ فوج لاپرواہی سے لوٹ مار میں مصروف تھی۔ بے خبری کے عالم میں نئی کمک اُن پر ٹوٹ پڑی۔ لوٹ مار کرنے والے نہایت بے ترتیبی سے اپنے شغل میں مصروف تھے۔ ناگہانی آفت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ شمس الدین نے آتے ہی "بزن و بکش" کا حکم جاری کر دیا۔ سکھوں پر عجیب عالم طاری تھا۔ بے بسی کے عالم میں فوج کا صفایا ہو گیا۔ جرنیل ہری سنگھ کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ جوش غضب سے آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ فوری طور پر باقی فوج کو لے کر حملے کے حکم کو جاری کر دیا۔ نئے سرے سے بگل بج گیا۔ لیکن سکھ فوج پر ایسا خوف طاری ہوا کہ شمس الدین کے خونخوار دستوں کا مقابلہ مشکل ہو گیا۔ دوبارہ بگل بجایا گیا۔ کوئی بہتر نتیجہ نہ نکلا۔ ایک آدمی بھی شمشیر بکف ہو کر جرات آزمائی کے لئے حرکت میں نہ آیا۔

بڑی سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ اسوقت لاچار ہو کر جرنیل ہری سنگھ نے اپنے نائب سردار مہاں سنگھ کو بلایا اور پوچھا "آج یہ کیا معاملہ درپیش ہے۔ میرے حکم کی یہ حالت۔ معلوم ہوتا ہے میرا تیرا اقبال غروب ہونے والا ہے؟"

سردار مہاں سنگھ نے جواب دیا "حضور واہگورو کا نام لیں۔ گورو مہاراج آپ کے اقبال کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پہ قائم رکھے گا۔ آج حالت ہی ایسی

ہے۔ ہماری فوج پر پٹھانوں کا خوف غالب آیا ہے ۔ابھی میدان میں پہنچ کر انتظام ٹھیک کر دیتا ہوں ۔"

جرنیل ہری سنگھ نے سردار میہاں سنگھ کے جواب کو سن کر کہا "میرے خیال میں یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے ۔جب تک میں خود میدان کارزار میں نہیں اترتا ہوں گا۔ ہماری فوج ہمت اور دلیری سے ہاتھ نہیں دکھائے گی۔"

میہاں سنگھ نے کہا "آپ کی طبیعت خراب ہے ۔ اس علالت کی حالت میں آپ کا میدان میں اترنا بہتر نہیں ہو گا۔ فوج کے اوسان گل ہو چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ دشمنوں کی زد میں آ جائیں ۔"

جرنیل ہری سنگھ کے صبر و قرار نہیں تھا۔ انہوں نے سردار میہاں سنگھ کو اسی حالت میں ذرا ڈپٹ کر کہا "کچھ بھی ہو میں اس حالت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ فوج مجھے جان سے عزیز ہے ۔ اسے بے بسی کی حالت میں مرتے دیکھ نہیں سکتا ۔اپنی جان بچا کر انہیں مروانا نہیں چاہتا۔"

یہ کہتے کہتے فیلڈ مارشل نے فی الفور گھوڑے کو ایڑ لگائی اور نہایت تیزی سے سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا سیدھا توپ خانہ میں جا پہنچا۔ سردار میہاں سنگھ بھی سایہ کی طرح ساتھ تھا۔ اس نے توپ خانہ کو ضروری ہدایات دیں۔ اور نئی ترتیب سے آراستہ ہو کر جنگ جاری کرنے کے احکام صادر کر دیئے۔

اس کے بعد جرنیل ہری سنگھ دوسرے مورچہ کی طرف گھوما۔ مڑتے ہی گھوڑے کے شانہ پر سرکتی ہوئی گولی آ لگی۔ سردار فی الفور یہ حالت دیکھتے ہی دھم سے زمین پر آ کودا۔ بہادر اچک کر الگ ہو گیا۔ نہایت تیزی سے نیا گھوڑا لے کر اس پر سوار ہو گیا۔ جرنیل ہری سنگھ کے میدان میں اترتے ہی فوج میں تازگی کی روح دوڑ گئی۔ دلیری اور جرأت سے حوصلے بڑھ گئے۔

بالعموم فوج سنبھل کر ڈٹ گئی۔ بیماری سے جسم کمزور تھا۔ نقاہت کی وجہ سے

تلوار اٹھانے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی۔ لیکن جوشِ مردانگی کا عجیب عالم تھا۔ موت سے بے خوف ہو کر جرنیل سری سنگھ ادھر اُدھر گھوڑا دوڑاتا ہوا پھر رہا تھا فوج کا حوصلہ دگنا ہو گیا تھا۔ کامیابی کی اُمید بندھنے لگی تھی۔ لیکن افسوس کہ کارخانہ قدرت نے کچھ اور ہی سامان بنا رکھا تھا۔ جرنیل سری سنگھ نے کافی زور مارا لیکن عین اس وقت جب وہ اپنی پرجوش زبان سے فوج کو مخاطب ہو کر تیزی سے دشمن کا مقابلہ کرنے کی تحریک دے رہا تھا۔ اس وقت ابھی اس کی زبان سے صرف یہی الفاظ نکلے تھے۔

"خالصہ بہادرو! کوشش کرو۔ میدان مار لیا۔ مار لیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

نامعلوم اس سے آگے کیا کہنے والے تھے کہ فقرہ کے پورا نہ ہونے پر ہی ایک سنسناتی ہوئی گولی آئی ——— وہاں سے زرہ بکتر کو چیرتی فولادی پردہ کو توڑتی ناف کے نیچے دھنس گئی۔ نشانہ سخت اور بے موقعہ تھا۔ وہ بہادر جس پر فوج کی قیادت کا بار تھا لرز اٹھا۔ سر گھومنے لگ گیا۔ قریب تھا کہ گھوڑے سے زمین پر آ رہتا۔ سردار میہاں سنگھ جو ابھی تک سایہ کی طرح ساتھ تھا۔ اس نے بھی یہ واقعہ دیکھا۔ فی الفور سنبھل کر اس نے پھرتی سے سردار کو لے لیا اور لیتا قلعہ میں جا پہنچا۔

قلعہ میں پہنچنے کے بعد فوراً زخم صاف کئے گئے۔ زرہ کے فولادی ٹکڑے جو گولی کے وار سے پیٹ کی آنتوں کو چیر کر آگے چلے گئے تھے۔ انہیں نکالا گیا۔ گولی بھی نکل آئی۔ لیکن زخم کاری تھا۔ انتڑیاں کٹ گئی تھیں۔ خون جاری تھا۔ باوجود کوشش کے بھی رکنے میں نہ آیا۔ زندگی کی امید ختم ہو گئی دم کی بھی امید نہ رہی۔ حالت سخت خراب ہونے لگی۔ صرف چند منٹ۔ چند سیکنڈ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بس اور کچھ نہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ گرانڈیل وجود جس کے نام سے افغانی فوج کی دھیں

لرز اٹھتی تھیں۔ اس نامور بہادر کی روح جسم خاکی کو چھوڑ کر عالم بالا میں مزید کشمکش کے لئے پرواز کر گئی۔ افسوس! صد افسوس!! ...... سینچر کے دن ایکا دشی کے روز۔ ۱۹ ار بیساکھ ۱۸۹۴ سمت کو وہ عجیب و غریب طاقت کا مالک آخری وصیت کرتا کرتا چل دیا......

فیلڈ مارشل ہری سنگھ نے عالم نزع میں سردار مہاں سنگھ کو آخری وصیت کی۔ یہ وصیت تاریخی اہمیت رکھتی ہے۔ جس سے عالم معلوم ہوتا ہے کہ موت کی آغوش میں پہنچتے ہوئے بھی قوم کا درد رکھنے والا بہادر کس طرح آخری وقت پر بھی جاتی کے فکر میں ہی رہا۔ جرنیل ہری سنگھ نے اس وقت سردار مہاں سنگھ کو چار باتیں کہی تھیں۔

سب سے پہلے یہ کہ لشکر میں شامل ہونے والے فقیروں اور برہمنوں کا خیال رکھنا۔ انہیں پوری حفاظت سے دریائے اٹک کے پار پہنچا دینا تاکہ وہ کسی قسم کی اذیت نہ پائیں۔

اس کے بعد دوسرا معاملہ جنگ کو نہایت خوش اسلوبی اور جاں نثاری سے جاری رکھنے کا ہے۔ امید غالب ہے کہ بھگوان ضرور ہمیں کامیاب کریں گے۔

علاوہ بریں تیسری بات یہ ہے کہ جب تک لاہور سے تازہ دم فوج نہیں آتی میری موت کی خبر کو احتیاطاً چھپائے رکھنا۔ دگرنہ دشمن پر ہماری ہیبت نہیں رہے گی۔"

چوتھا معاملہ میری عزیزہ بیٹی کی شادی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا بار تم پر چھوڑے جاتا ہوں۔"

مورخین کا بیان ہے کہ سردار مہاں سنگھ نے نہایت رازداری سے جرنیل ہری سنگھ کا ماتمی سنسکار ادا کیا۔ چپ چاپ ان کی نعش کو آگ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ سخت پہرہ لگایا اور یہ مشہور کر دیا کہ جرنیل کی

صحت اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ اس کے قریب عام لوگ آئیں۔ دو تین ہمراہی سپاہیوں اور ملازموں کے علاوہ کسی کو خیمے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ روزانہ لنگر میں جرنیل ہری سنگھ کے لئے کھانا تیار ہوتا۔ خیمہ میں پہنچایا جاتا اور حسب معمول ان کے بستر تک پہنچا دیا جاتا۔ کہتے ہیں سردار میہاں سنگھ اس میں سے صرف چند لقمے توڑ لیتا۔ اور باقی تھال ویسا کا ویسا ہی واپس کر دیا جاتا تھا۔ روزانہ جرنیل ہری سنگھ کی صحت کے بہتر ہونے کے متعلق اعلان جاری ہوتا۔ اور یہ بھی بتایا جاتا کہ آج انہوں نے کھانے کے چند لقمے زیادہ کھائے ہیں۔

جرنیل ہری سنگھ کی موت کے تیسرے دن اچانک سردار میہاں سنگھ کے ایک قریبی افسر کا انتقال ہو گیا۔ موقعہ کو غنیمت خیال کر کے اسی وقت ہی جرنیل ہری سنگھ کی نعش بھی اس کے ساتھ ہی جلا دی گئی۔ چنانچہ جب تک لاہور سے تازہ دم کمک جمرود نہیں پہنچی موت کے راز کو درپردہ ہی رکھا گیا۔ جس وقت سکھوں کی زبردست فوج نے آکر مورچہ بندی کو مضبوط کر دیا۔ اس وقت ہری سنگھ کی موت کی خبر مشہور کر دی گئی۔ کہتے ہیں اس وقت فرضی طور پر ارتھی اٹھائی اور شاہی درجہ کے مطابق پوری تعظیم سے توپوں کی سلامی دی گئی۔ فوج کے بڑے چھوٹے ہر ایک درجہ کے سردار شامل ہوئے۔ راجہ دھیان سنگھ اور راجہ سوچیت سنگھ اس وقت سر پیٹ پیٹ کر ماتم کرتے جاتے تھے۔ سب کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے۔ جمرود کی مہم کامیاب رہی۔ لیکن جرنیل ہری سنگھ کی موت نے جشن مسرت کو نوحہ و ماتم میں تبدیل کر دیا۔

جرنیل ہری سنگھ کا ماتم

علی الصبح تھی - نسیم سحری سراٹے لے رہی تھی - گلہائے رنگا رنگ سے میٹھی میٹھی خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں - بہار کا عجیب عالم تھا - شور وشغب نہیں خاموشی طاری ہے - رہتاس کے قلعہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی شاہی سواری اتری ہوئی ہے - خواب ناز سے محو خرام ہونے کے بعد مہاراجہ نے بیداری کی کروٹ لی - نوکروں نے صندلی چوکی بچھادی - امور ضروری سے فراغت کے بعد مہاراجہ صاحب دان کرنے بیٹھے ہیں - حاضر باش منہ چڑھے درباری قریب کھڑے ہیں - راجہ دھیان سنگھ راجہ سوچیت سنگھ اور جمعدار خوشحال سنگھ پھولے نہیں سما رہے - فقیر عزیز الدین بھی ہندوانی وضع کی پگڑی باندھے پاؤں کھڑے ہیں - ہو کا عالم ہے - خامشی طاری ہے - مہاراجہ کی زبان سے نامعلوم کیا نکلے اور یہ لوگ ہاں میں ہاں ملادیں - اچانک جنگ آزمائی اور امور مملکت کے موضوع گفتگو جاری ہوئی - ہر ایک سردار اپنی رائے کو وزن دار ڈھنگ سے مؤثر ثابت کرنے کی سعی کرنے لگ گیا - دوران گفتگو میں جرنیل ہری سنگھ کے کارناموں کا بھی ذکر آیا - حضور مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہ حصہ بیان کرنا شروع کیا تھا - ہر ایک کے ذہن خیال میں جرنیل ہری سنگھ کی شخصیت کا دبدبہ بیٹھا ہوا تھا - کوئی دل ایسا نہیں تھا جو اس کے بار احسان سے ممنون نہ ہو - کوئی شخص بھی اس کے کارناموں پر

حرف گیری کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن درباری نقاہت اندر ہی اندر نامعلوم کیسے ادھیڑبن میں مصروف تھی۔ اس بات کا اندازہ حاسد اور چغل خور ہی لگا سکتے ہیں۔ چونکہ جہانیاں جہاں پناہ نے سلسلہ گفتگو جاری کیا تھا اس لئے کسی کو انگشت نمائی کی جرات نہ ہوئی۔

اچانک تیزی سے ایک چوبدار آگے بڑھا اور حضور سے بولا "ڈاک آئی ہے عالیجاہ!"

مہاراجہ چوب دار کی طرف دیکھنے لگ گئے اور صرف یہی بولے۔

"لاؤ، رکھ دو"

حکم کی دیر تھی مصاحب آگے بڑھا۔ ڈاک کا تھیلا کھولا گیا۔ کئی کاغذات تھے۔ اچھلتے ہوئے فوراً سرخ رنگ کے ایک لفافہ پر نظر پڑی۔ نہال ہمایونی نے سب سے پہلے اسے ہی اٹھا لیا۔ اور قریب کھڑے فقیر عزیز الدین سے کہنے لگے "ذرا پڑھئے تو سہی"

فقیر عزیز الدین نے بڑی عجلت سے لفافہ کھولا۔ طویل خط تھا۔ آسمانی کاغذ پر سرخ نوشتہ کو غور سے دیکھ کر بڑی تیزی سے پڑھنے لگ گئے ابھی خط پڑھا نہیں گیا کہ چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔ منہ پہ ہوائیاں اڑنے لگیں۔ فی الفور آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ جاری ہو گئے۔ ہچکی بندھ گئی۔ آواز رک گئی۔ سامعین حیرت زدہ رہ گئے۔ فقیر عزیز الدین نے چیخ ماری اور آہ و فغاں کا شور بلند ہو گیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی بھانپ گئے۔ زندگی کے ساتھی۔ بہترین مشیر نڈر سردار۔ فیلڈ مارشل کے غم نے شیر پنجاب کے استقلال کو بھی ضرب لگائی۔ بے ساختہ منہ سے "ہائے ہائے۔ پیارے بھائی! یہ کیا کر گیا" نکلا بچوں اور مصیبت زدہ عورتوں کی طرح سب لوگ شور و غل مچانے لگ گئے

مہاراجہ صاحب کی زبان بھی بند ہو گئی۔ ہر طرف حیرت کا عالم طاری تھا۔
یہ وہ خط تھا جس نے زندگی میں سب سے زیادہ دکھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پہنچایا۔ سردار میہاں سنگھ کی جنگی مہم کی رپورٹ تھی۔ جرنیل ہری سنگھ کی شہادت کا بھی اسی میں ذکر تھا۔ ایک لمبے سکوت کے بعد مہاراجہ صاحب نے اپنے رتبہ اور عزت کا خیال کر کے طبیعت کو سنبھالا۔ آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ طیش آگیا۔ آپے سے باہر ہو گئے۔ اسی حالت میں پانی کا بھرا ہوا لوٹا بہ پاس پڑا تھا۔ کھینچ کر راجہ دھیان سنگھ پر دے مارا۔ اور بولے "یہ سب تیری شرارتوں کا ہی نتیجہ ہے"

لوٹا راجہ دھیان سنگھ کے دائیں طرف سے سرک کر نکل گیا۔ غضب کا عالم تھا۔ کسی کی دم مارنے کی مجال نہیں تھی۔ اسی وقت شیر پنجاب نے بھرے ہوئے عالم میں جرنیل ہری سنگھ کے کارنامے اور ان تھک بہادریوں کا غمناک ہو کر ذکر کیا "ہری سنگھ آج دنیا میں نہیں ہے۔ لیکن اس کی جاں نثاری اور وطن پروری کا فسانہ ہر شخص کی زبان پر جاری ہے۔ پشاور جیسے خوفناک مورچہ کو سر کرنا اسی بہادر کا کام تھا۔ وحشی دشمن سے اور کون لوہا لے سکتا تھا۔ حکمت اور جہانبانی کا سچا نمونہ۔ سیاسیات پنجاب کا بہترین لیڈر۔ دنیا سے اٹھ گیا۔ اب کون اس کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا۔ کیا کوئی مائی کا ایسا لال موجود ہے جو اس کے نقش قدم پر چل کر سرحدی مہمات کی باگ ڈور تھامے۔ اچھا! دھیان سنگھ اور سوچیت سنگھ کو حکم دیا جاتا ہے کہ اسی وقت جمرود کی مہم کے لئے کوچ بول دیں۔ اور فتح و کامیابی سے بغلگیر ہو کر واپس آئیں۔

راجہ دھیان سنگھ اور راجہ سوچیت سنگھ نے وہاں سے ہی زبردست فوج کو طوفانی مارچ کا حکم دیا۔ گھوڑوں پر سوار تمام لوگ ہوا سے باتیں

کرتے ہوئے یہ جا۔ وہ جا۔ جمرود تک پہنچ گئے۔ جمرود کی مہم کامیاب رہی۔ مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جرنیل ہری سنگھ کی موت سے ایک قسم کا وہم ہو گیا تھا۔ انہوں نے نجومیوں کو بلایا۔ جوتشیوں سے پوچھا —— "یہ کس منحوس ستارے کا اثر ہے جس کی وجہ سے جرنیل ہری سنگھ جیسا بہادر اور وفادار یودھا مجھ سے چھین لیا گیا ہے۔" نجومیوں نے اپنے ڈھنگ سے تسلی دی۔ لیکن ڈھارس نہ بندھی۔ دل ٹوٹ گیا۔ پنجاب کا شیر آج جسطرح اپنی پر جوش روح کھو بیٹھا ہے۔ صد حیف! اسے اپنا محبوب اور عزیز جرنیل نہیں ملتا۔"

جرنیل ہری سنگھ کے اوصاف و اطوار

دلیری اور بہادری کا بے مثل ہیرو۔ شجاعت اور ثبوت کا عدیم النظیر نمونہ زبردست معرکہ آرا۔ نڈر سردار۔ سکندر بخت فاتح۔ ہمیشہ کامیابی اور کامرانی سے لطف اندوز رہنے والا جرنیل ہری سنگھ میانہ قد، گندم گوں رنگ کا گرانڈیل وضع کا نوجوان تھا۔ ابھرتی ہوئی پر جلال پیشانی۔ لمبی پتلی ناک، گردن فربہ۔ داڑھی سیدھی اور پر رعب اور انداز سپاہیانہ۔ ساری عمر دشمنوں سے معرکہ آرائی میں گذاری۔ پٹھانوں کو پرلے درجے کا بزدل اور دغاباز کہتا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ اس قوم کو اصول جنگ کو نظر رکھ کر لڑائی لڑنا نہیں آتا تھا۔ میدان کارزار میں جوہر آزمانا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ ساری زندگی میں گنڈگڑھ کی مہم کے علاوہ اور کسی جنگ میں ہزیمت نہیں اٹھائی۔ مشرق اور مغرب میں ہری سنگھ کا دبدبہ اس حد تک غالب تھا کہ بڑے بڑے خود سر بھی اس کا نام سن کر لرز اٹھتے تھے۔ پٹھان جب ہری سنگھ کی آمد کا ذکر سنتے تو رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔ روحیں قالب خاکی سے پرواز کرنے لگ جاتی تھیں۔ بڑے بڑے بہادروں کے ہاتھوں سے ہتھیار گر پڑتے تھے۔ پٹھان لوگ جن کو ابھی تک امن سے نفرت اور جنگ جوئی اور لوٹ مار سے محبت ہے وہ اپنے بچوں کو ہری سنگھ کا نام لے کر ڈراتے اور چپ کراتے ہیں۔

جرنیل ہری سنگھ رزم میں بزم کے مزے لیتا تھا۔ اس نے اپنا جاسوسی

کا الگ محکمہ بنایا ہوا تھا۔ ماتحت علاقہ کی دیکھ بھال اور نگہداشت رکھنے میں بڑا سلیقہ رکھتا تھا۔ اسے دشمن کی معمولی سے معمولی حرکت بھی معلوم ہو جاتی تھی۔

ایک بار پتہ چلا کہ اٹک کے لانگریز خفیہ طور پر سید احمد کی فوج کو کپڑے رنگ کر سپلائی کرتے ہیں۔ بڑی چھان بین کے بعد جب معاملہ کی تصدیق ہو گئی تو مجرموں کو پھانسی کی سزا دی گئی۔

ہری سنگھ پنجاب کی حدود کو پرانے زمانہ کی حدبندی کے مطابق کابل تک لے جانا چاہتا تھا۔ اور اس کا ارادہ تھا کہ جس طرح چندر گپت اور اشوک کے زمانہ میں یہ علاقہ پنجاب میں شامل تھا۔ اسی طرح کابل فتح کر کے پنجاب کی پرانی حدود تک سلطنت کو وسیع کیا جائے۔ افسوس ہری سنگھ کی یہ مراد بر نہ آئی۔ اور پنجاب کا سچا خیر خواہ جمرود کی مہم سر کرتے ہوئے اجل کے ہاتھوں آگے بڑھنے سے معذور کر دیا گیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جرنیل ہری سنگھ کی وفات کے بعد جب کبھی سرحدی شورہ پشت لوگوں کی دھینگا مشتی کی خبر ملتی تو خلوت و جلوت میں یہ کہہ دیا کرتے تھے۔

" بھائی ہوریں آپ تے سورگ نوں چلے گئے۔ اُستریاں دی مالا ل ساڈے گل وچ پا گئے۔"

سردار ہری سنگھ جس طرح عدیم المثال بہادر اور جنگ آزما سورما تھا۔ ویسے ہی سخی بھی تھا۔ ایک گائے روزانہ دان کیا کرتا تھا۔ ایک سو ایک سادھو برہمن کو روزانہ کھانا کھلاتا تھا۔ برہمن اسے جان سے عزیز تھے۔ موت کے وقت بھی اس نے جو وصیت کی تھی اس میں برہمنوں کا خاص طور سے ذکر تھا سردیوں میں غریبوں اور محتاجوں کو کمبل اور گرمیوں میں دوشالے دان دیا کرتا تھا

ہری سنگھ کو خیرات کے علاوہ فن تعمیر میں بھی کافی دلچسپی تھی ۔ ضلع ہزارہ میں ہری پور کا قصبہ آباد کیا ۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پتا سردار مہاں سنگھ کی گوجرانوالہ میں شاندار سمادھ تیار کروائی ۔ سمادھ کے ساتھ بارہ دری میں اس وقت بھی ایک ریڈنگ روم کھلا ہوا ہے ۔ سمادھ کا نقشہ اور ڈیزائن ہری سنگھ نے ہی دیا تھا ۔

شادی بیاہ کے وقت جرنیل ہری سنگھ نئے ڈھنگ سے خرچ کیا کرتے تھے ۔ اپنے بیٹے ارجن سنگھ کی شادی کے دنوں میں گرمی کا موسم تھا ۔ شربت کثیر تعداد میں چاہیئے ۔ آپ نے گاؤں کے تمام کنوؤں میں ٹاٹ ڈلوا کر سینکڑوں من کھانڈ گروادی ۔ سب نے پیٹ بھر بھر کر شربت پیا ۔ چنانچہ جب لڑکی والوں کے گھر جہیز دیکھنے گئے تو رواج کے مطابق برہمن، نائی، درزی، کمہار اور دھوبی کو روپے پیسے گن کر نہیں دیتے ۔ بلکہ مٹھیاں بھر بھر کر دیں ۔

جرنیل ہری سنگھ شکار کے بڑے شوقین تھے ۔

جنونی پٹھانوں کے ذہن سے مذہب کا خمار اتارنے کے لئے ان کی لاشیں آگ میں جلانے کا حکم دیا ۔ تاکہ انہیں جہنم کی آگ کی چاشنی کا پتہ لگ جائے ۔ غازیوں پر بڑی سخت ہیبت طاری ہو گئی ۔

ہری سنگھ کی وفات کے وقت ہزارہ، خان پور، کالرہ، کچھی، بنوں، کلر کہار، نور پور، چلاپار اور گوجرانوالہ ان کی جاگیر میں شامل تھا ۔ آٹھ لاکھ باون ہزار چھ سو آٹھ روپے سالانہ آمدن تھی ۔ اس کے علاوہ دو اسپ سوار رجمنٹ ایک توپ خانہ اور ایک شتر باڑہ بھی رکھنی پڑتی تھی ۔ وفات کے بعد جتنی جاگیر ہری سنگھ کے قبضہ میں تھی اتنی اور کسی سردار کے پاس نہیں تھی ۔

ایک دن مہاراجہ رنجیت سنگھ شکار کو گئے ۔ راستہ میں فوطہ بڑھ گیا ۔ سخت تکلیف ہوئی کوئی حکیم نہیں ملتا تھا ۔ سب حیران و پریشان تھے ۔ اس وقت ہری سنگھ

ابھی عالم شباب میں نہیں پہنچے تھے مگر سیر و شکار کے شوق سے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے گرم جاب پہنچانے کا مشورہ دیا۔ مہاراجہ صاحب کو جلد آرام آگیا۔ چونکہ نقطہ کو پنجابی میں نل کہتے ہیں۔ اس دن کے بعد مہاراجہ صاحب ہری سنگھ کو نلوہ کے نام سے بلاتے تھے۔ اور یہی نام عرف عام میں مشہور ہو گیا تھا

اس کے علاوہ ایک اور غیر معروف روایت سے یہ پتہ چلا ہے کہ ایسے ہی۔ بچپن میں محبت کی وجہ سے لوگ ہری سنگھ کو نلوہ نلوہ کہنے لگ گئے اور ہری سنگھ نلوہ کے نام سے ہی مشہور ہو گئے

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ہی جب ہری سنگھ کے بیٹوں میں خاندانی جائداد کی تقسیم کا معاملہ بڑھتے بڑھتے فساد کی شکل اختیار کر گیا تو مہاراجہ نے محلات پر قبضہ کر لیا اور صرف انتیس ہزار چھ سو روپے کی جاگیر خاندان کے نام بحال رہنے دی گئی۔ اس جاگیر کا کافی حصہ جرنیل ہری سنگھ کی اولاد کے پاس اس وقت بھی موجود ہے۔

آزاد بک ڈپو
